SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, May 19, 1991

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at 3.30 of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيَمِ

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَاالْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً ۙ o لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ o وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ع o

ترجمہ: ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں
نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا - اوراس سے ڈر گئے - اور انسان
نے اس کو اٹھا لیا - بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا - تا کہ خدا
منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو
عذاب دے - اور خدا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, May 19, 1991

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at 3.30 of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا
وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ
الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ وَيَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ
وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا

ترجمہ: ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں
نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا - اوراس سے ڈر گئے - اور انسان
نے اس کو اٹھا لیا - بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا - تا کہ خدا
منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو
عذاب دے - اور خدا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے

اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے -

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: رخصت کی درخواستیں - سید عبداللہ شاہ صاحب اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر کراچی تشریف لے گئے ہیں اس لئے انہوں نے آج مورخہ 19 مئی کے لئے اس ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں -

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب یحیٰی بختیار صاحب ، علاج کی غرض سے 21 مئی کو امریکہ تشریف لے جا رہے ہیں ، اس لئے انہوں نے ایوان سے 21 مئی تا اختتام حالیہ اجلاس رخصت کی درخواست کی ہے - کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں -

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: اس کے علاوہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ چوہدری شجاعت حسین صاحب ، جناب اسلام نبی صاحب ، اور چوہدری نثار علی خان صاحب ، سرکاری مصروفیات کی بنا پر ایوان میں آج حاضر نہیں ہو سکیں گے -

PRIVILEGE MOTIONS

RE: STATEMENT BY THE FINANCE MINISTER REGARDING ABDUCTION OF PAKISTANIS

جناب چیئرمین: تحریک استحقاق حافظ حسین احمد صاحب پیش کریں -

حافظ حسین احمد: وفاقی وزیر خزانہ اور سینیٹر سرتاج عزیز نے سندھ کے ڈاکوؤں

کے نام ایک اپیل کی ہے اور ان کو خدا کا واسطہ دے کر کہا ہے کہ وہ غیر ملکیوں کو اغوا نہ کریں بلکہ اغوا کرنا ہے تو اپنے ہم وطنوں کو کریں -

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت بھی صوبائی حکومت کی طرح ڈاکوؤں کے سامنے ہتھیار پھینک چکی ہے اور یہ امر انتہائی نازک صورتحال کی نشاندہی کرتا ہے - سرتاج عزیز ایوان بالا کے رکن ہیں اس طرح ڈاکوؤں سے اپیل کر کے انہوں نے نہ صرف اس معزز ایوان کے استحقاق کو مجروح کیا بلکہ ڈاکوؤں کو اپنے ہم وطن پاکستانیوں کو اغوا کرنے کی بھی ترغیب دی - بنا بریں قواعد و ضابطہ کار و انصرام کارروائی سینیٹ کی دفعہ 62 کی شقات نمبر 1 ، 2 ، 3، کے تحت اس تحریک استحقاق کو بحث کے لئے منظور کیا جائے -

جناب چیئرمین: کیا آپ اپوز کرتے ہیں -

Mr. Sartaj Aziz: Opposed.

جناب چیئرمین: آپ مختصراً بیان کریں کہ کس طرح یہ تحریک استحقاق بنتی ہے -

حافظ حسین احمد: جناب والا! اس تحریک استحقاق کے ساتھ میں نے پاکستان کے ایک موقر اخبار روزنامہ "جنگ" کی ایک کٹنگ بھی لگائی ہے - مذکورہ اخبار نے شہ سرخیوں کے ساتھ وزیر خزانہ کا بیان شائع کیا ہے - اس بیان کے بعد دو دن تک اس کی تردید یا تصدیق میں وزیر خزانہ کی طرف سے کوئی خبر میری نظر سے نہیں گزری - ظاہر ہے کہ وزیر خزانہ صاحب اس معزز ایوان کے رکن ہیں - انہوں نے وفاقی کابینہ کے رکن کی حیثیت سے اور اس معزز ایوان کے رکن کی حیثیت سے یہ بیان دیا ہے - صوبہ سندھ میں ان ڈاکوؤں سے ، جو لوگوں کو اغوا کر کے ان سے تاوان وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سے پہلے وہاں کے وزیر داخلہ کے خسر محترم تک کا اغوا ہوا ، ارکان صوبائی اسمبلی کے رشتہ داروں کو اغوا کیا گیا اور حکومت نے باضابطہ طور پر تاوان ادا کر کے انہیں رہا کرایا - اس کے بعد جاپانی طلباء کو اغوا کیا گیا - وزیر اعلیٰ سندھ جناب جام صادق علی صاحب نے باضابطہ طور پر ان ڈاکوؤں کو نہ صرف تاوان ادا کیا بلکہ ان کے ساتھ مذاکرات کئے اور ان جاپانی طلباء کی رہائی کے وقت تاوان کی رقم ان کے حوالے کی گئی اور کسی بھی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا - اس کے بعد پھر چینی انجینئروں کا اغوا ہوا اور تا ہنوز وہ ان کے قبضے میں ہیں - اب صرف غیر ملکیوں میں روس کے کوئی افراد ہوں تو ان کا اغوا باقی ہے

اور جس دن امریکہ کے چند افراد اغوا ہوں گے تو شاید حکومت ہی الٹ جائے گی - اب جبکہ جام صادق علی صاحب مشرف بہ مسلم لیگ ہو چکے ہیں تو کیا ان ڈاکوؤں میں سے جن کے ساتھ نہ صرف جام صادق کے آج کے نہیں بلکہ جب وہ پیپلز پارٹی کے چشم و چراغ تھے -----

جناب چیئرمین: جی اس سٹیج پر ذرا admissibility پر بات کریں کہ یہ کس طرح اس ایوان کے کام میں مداخلت کا سبب بنتی ہے ------

حافظ حسین احمد: ان دنوں ان کے ڈاکوؤں سے روابط تھے - میں یہی گزارش کروں گا کہ چونکہ سرتاج عزیز صاحب سینیٹ کے رکن ہیں ، ایوان بالا کے رکن ہیں ، انہوں نے ڈاکوؤں سے اپیل کی ہے اور ہاتھ جوڑ کر انہیں خدا کا واسطہ دیا ہے کہ آپ غیرملکیوں کو اغوا نہ کریں - میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور اس ایوان کے وقار کو ٹھیس پہنچی ہے کیونکہ لوگ یہی محسوس کرتے ہیں کہ سینیٹ کے معزز ارکان ڈاکوؤں کے سامنے ہاتھ جوڑ رہے ہیں حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی - اس کے لئے جام صادق صاحب کافی تھے یا وزیراعظم صاحب یا پھر وزیر داخلہ صاحب ، بلا ضرورت انہوں نے خواہ مخواہ معافی مانگی اور اس ایوان کے تقدس کو مجروح کیا - اس لئے یہ استحقاق بنتا ہے -

جناب چیئرمین: شکریہ جی - جناب سرتاج عزیز صاحب -

جناب سرتاج عزیز: مجھے افسوس ہے حافظ صاحب نے اخبار کو غور سے نہیں پڑھا کیونکہ جب یہ بیان جاری ہوا تو میں نے اگلے دن اس کی تردید کر دی تھی اور وہ جنگ ، نوائے وقت ، اور مسلم میں شائع ہوئی - چیئرمین صاحب ! جو وضاحت ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ " ایک سرکاری ترجمان نے آج اس امر کی وضاحت کی کہ وفاقی وزیر خزانہ و اقتصادی امور نے گزشتہ روز یہ کہا تھا کہ اغوا کے واقعات سے مقامی باشندوں اور غیر ملکیوں کے لئے سرمایہ کاری کی فضا بری طرح متاثر ہو رہی ہے" - ترجمان نے بعض اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کی وضاحت کی کہ انہوں نے ڈاکوؤں سے کوئی اپیل کی ہے اور انہوں نے کہا کہ اغوا کا مسئلہ ہر لحاظ سے سنگین ہے لیکن غیر ملکیوں کے اغوا سے اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے - اس

سے صاف ظاہر تھا کہ ایک نامہ نگار نے صرف سوال پوچھا کہ آیا ان اغوا کی وارداتوں سے غیر ملکی سرمایہ کاری پر اثر پڑتا ہے - میں نے اسکی وضاحت کر دی - اس کے بعد ایک مزید سوال پوچھا جو کچھ سیاسی نوعیت کا تھا میں نے اسکے جواب میں کہا کہ ہمارے اپنے اگر سیاسی جھگڑے ہیں تو ان کو یہاں نمٹائیں ان کو غیر ملکیوں تک کیوں لے جاتے ہیں -ایک اخبار نے صرف تین لائن کی اس پر خبر چھاپی اور اس پر حافظ صاحب نے بغیر میری وضاحت پڑھے یہ کہا کہ میں نے اپیل کی اور ان کو ترغیب دی کہ آپ اپنوں کو اغوا کریں یہ انکے تصور میں کیسے آ سکتا ہے کہ میں یہ اپیل کرسکتا ہوں کہ وہ اپنوں کو اغوا کریں - مجھے افسوس اور حیرت ہے کہ وہ اس قسم کا بیان مجھ سے منسوب کرتے ہیں اور استحقاق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جتنا میں نے اس ایوان کے استحقاق کو پچھلے سالوں میں زیادہ کرنے کی کوشش کی ہے وہ آپ کو خود معلوم ہے - یہ نہ رولز کے مطابق اور نہ حقیقت کے مطابق استحقاق بنتا ہے لہٰذا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس کو خارج کر دیں -

حافظ حسین احمد: جناب چیئرمین! جہاں تک محترم وزیر صاحب کا تعلق ہے یقین جانیں میں ان کو ایسا نہیں سمجھتا لیکن جہاں تک اخباری بیان کا تعلق ہے اس میں سو فیصد آپ پڑھ سکتے ہیں جو میں نے اپنی تحریک استحقاق کے ساتھ جمع کرایا ہے اس میں واضح طور پر تین چار سرخیاں لگی ہیں اور ایک سرخی یہی ہے کہ وہ غیر ملکیوں کو اغوا نہ کریں اگر اغوا کرنا چاہتے ہیں تو پھر اپنے ملکی افراد کو کریں - جہاں تک میرے اپنے محترم وزیر خزانہ صاحب کی تردید کا تعلق ہے تو میں اب بھی اس موقف پر کھڑا ہوں کہ انہوں نے تردید نہیں کی -----

(مداخلت)

جناب چیئرمین: کی تھی اخبار میں آ چکا ہے -------

حافظ حسین احمد: جناب وہ خود جو پڑھ چکے ہیں کہ ایک سرکاری ترجمان نے یہ بات کی ہے یقین جانیئے سرکاری ترجمان -----

جناب چیئرمین: سرکاری ہی ہو گا آپ کا تو نہیں ہو گا -----

حافظ حسین احمد: چونکہ خبر تو انہوں نے دی تھی بیان انہوں نے دیا تھا - پہلی بات یہ کہ اگر وہ خود اس کی تردید کرتے جس طرح انہوں نے بیان دیا تھا تو وہ تردید شمار ہوتی -

جناب سرتاج عزیز: کیا میں وہ انگریزی میں پڑھ دوں -

جناب چیئرمین: جی ہاں پڑھ دیں -

Mr. Sartaj Aziz: "The Federal Minister for Finance and Economic Affairs has contradicted the news report carried out by a section of the press giving the impression that he had appealed to dacoits not to kidnap foreigners. He said that this was the case of mis-reporting. Any kidnapping was a matter of grave concern for any government and kidnapping of foreigners has even more serious implications, he has said."

حافظ حسین احمد: دوسری بات یہ ہے کہ اگر واقعی انہوں نے غلط رپورٹنگ کی ہے تو کیا وہ ان قومی اخبارات کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کریں گے؟

جناب چیئرمین : وہ بعد میں دیکھا جائے گا -

So, in the light of the statement of the honourable Minister thereby he has explained that a contradiction has been issued denying the statement and also further the fact is that the statement itself does not in any way impede the functioning of the Senate.

حافظ حسین احمد: آئندہ یہ ایسی بات نہ کریں گے تو -------

جناب چیئرمین: جی؟

حافظ حسین احمد: آئندہ اگر یہ ایسی بات کریں گے تو -------

جناب سرتاج عزیز: کیا مطلب ----

Mr. Chairman: So, this is ruled out of order.

جناب سرتاج عزیز: ایک تو آپ بلا وجہ تحریک پیش کرتے ہیں اور آگے سے باتیں ایسی کرتے ہیں ----

Mr. Chairman: This is ruled out of order.

جناب سرتاج عزیز: آئندہ آپ اپنے بیانوں کا خیال رکھیں - میں اپنے بیانوں کا بہت سخت خیال رکھتا ہوں -

Mr. Chairman: Now, we come to the adjournment motion. No. 1 - Mr. Muhammad Tariq Chaudhary. Not present, therefore, this is dropped.

جناب سرتاج عزیز: جناب چیئرمین! مجھے بھی استحقاق کا آئندہ حق ہونا چاہیئے کہ انہوں نے الزامات لگا کر میرا استحقاق مجروح کیا ہے اور میں آئندہ انشاء اللہ ان کے خلاف --------

حافظ حسین احمد: ان کے قریب آ گیا ہوں جی -

جناب سرتاج عزیز: قریب آ گیا ہوں - آپ کی قربت سے خدا دور رکھے -

جناب چیئرمین: جی طارق چوہدری صاحب کی تحریک التوا نمبر 2 -

Dr. Bisharat Elahi: He is on leave Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: تو اس کو کیا کریں ۔

Should we drop it or should we keep it pending.

Dr. Bisharat Elahi: I think we should defer it.

جناب چیئرمین: رولز کیا کہتے ہیں؟ اصول کیا ہے؟

چوہدری امیر حسین: رولز کے تحت ڈراپ ہو جاتی ہے ۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر صاحب ۔

Dr. Bisharat Elahi: He is on leave because he was operated upon very recently and he has already submitted his application requesting that his leave be approved and that all of his motions should be deferred. The choice is yours Mr. Chairman.

Mr.Chairman: I don't want to exercise any choice. What does the rule say on it?

چوہدری امیر حسین: فائل ہو جاتی ہے ۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! وزیر صاحب صحیح فرما رہے ہیں کہ

In case if an adjournment motion is moved in a session and the session is prorogued then for that session all those notices come to an end. So, they have to be again given afresh for the next session. So, since he has asked for leave for the entire session there would be no point in keeping them alive.

Dr. Bisharat Elahi: Right, Sir.

Mr. Chairman: So, in the light of this, adjournment motion No. 1 is dropped. Adjournment motion No.2, Muhammad Tariq Chaudhary, again it is dropped. No.8 -- Muhammad Tariq Chaudhary, this is also dropped. No. 10 -- Syed Ishtiaq Azhar.

ADJOURNMENT MOTIONS

i) RE: VIOLATION OF PAKISTAN'S TERRITORY AND AIRSPACE BY AFGHAN TROOPS NEAR LANDI KOTAL

سید اشتیاق اظہر: عوامی اہمیت کے حامل ایک حالیہ اور واضح معاملے پر بحث کے لئے میں سینٹ کی کارروائی کے التوا کی تحریک پیش کرتا ہوں کہ کابل حکومت کی جانب سے پاکستانی علاقے پر اوریگان میزائل کے حملے سے پیدا شدہ صورتحال پر بحث کی جائے - روزنامہ نوائے وقت اور دیگر اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے - متذکرہ میزائل پشاور سے تیس کلومیٹر دور لنڈی کوتل کے علاقے میں گرا۔ جس سے پورا علاقہ لرز اٹھا اور ایک پاکستانی ہلاک ہوگیا - کابل حکومت کا یہ حملہ پاکستان کے خلاف کھلی جارحیت کے مترادف ہے جس سے پاکستانی عوام میں تشویش اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی ہے -

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Hamid Nasir Chattha: Yes Sir, opposed.

Mr. Chairman: It is opposed. Yes Ishtiaq Azhar Sahib could you kindly explain how this is admissible as an adjournment motion?

سید اشتیاق اظہر: جی جناب یہ واقعہ جو میں نے آپ سے عرض کیا ہے یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے - افغانستان کی طرف سے مسلسل پاکستان کی حدود کی (فضائی اور زمینی حدود) کی خلاف ورزیاں ہوتی رہی ہیں- اور یہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہماری جانب سے اب تک صرف یہ ہوتا رہا کہ جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو حکومت پاکستان افغان ناظم الامور کو بلا کر احتجاج کرتی ہے - یہ احتجاج کا سلسلہ آخر کب

تک جاری رہے گا - یہ صورتحال ایسی ہے کہ اس پرغور ہونا چاہیئے اور کوئی مستقل لائحہ عمل وضع ہونا چاہیئے - آخر کب تک نام نہاد افغان حکومت کے حملے برداشت کرتے رہیں گے ---

جناب چیئرمین: لیکن اشتیاق اظہر صاحب! رولز کے مطابق جو بھی چیز آپ تحریک التوا کے ذریعے لانا چاہیں وہ حکومت کی ذمہ داری ہونی چاہیئے - یہ تو وہاں سے آیا ہے حکومت کا اس سے کیا تعلق ہے ؟

سید اشتیاق اظہر: میں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے تو حکومت ناظم الامور کو بلا کر احتجاج کر دیتی ہے -

جناب چیئرمین: اور کیا کرے-

سید اشتیاق اظہر: یہ صورتحال ایسی ہے کہ اس میں باقاعدہ سنجیدگی سے غور ہونا چاہیئے -----

جناب چیئرمین : آپ کے خیال میں حکومت کو کیا کرنا چاہیئے؟

سید اشتیاق اظہر: میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں باقاعدہ فارن پالیسی کے اصول کے تحت کارروائی ہونی چاہیئے - ہماری طرف سے بھی اگر جوابی کارروائی کی جائے تو یہ غیر متوقع نہیں ہونی چاہیئے -

جناب چیئرمین: شکریہ! جی حامد ناصر چٹھہ صاحب -

Mr. Hamid Nasir Chattha: Thank you Mr. Chairman. The honourable Senator has argued against himself during his discourse. In that he stated that this is not the first time this has happened. I have been informed that in the year 1990 there were 17 air violations - 3 rocket attacks and 6 missile attacks, I mean which landed in Pakistan in the year 1990 and so far in 1991 there have been 12 air violations - 3 air violations through rocket attacks and 3 air violations

through Scuds and Oregons Missile attacks. On each occassion Mr. Chairman, the Charge-d' Affairs was summoned of to the Foreign Office and he was warned and a strong protest was lodged. He was also told that Pakistan reserves the right to retaliate. Furthermore, Mr. Chairman, the UN was informed and all such steps short of actually declaring war on Afghanistan were taken. But Mr. Chairman, the fact is that in the real sense it is not a matter of recent occurrence because it has been happening all along since we have this problem with Afghanistan for the last ten years. As such I think that this is not admissible under the Senate Rules.

Mr. Chairman: In the light of the statement of the honourable Minister that the Government of Pakistan has taken all possible steps, they have already lodged a strong protest with the Government of Afghanistan through the Charge-d' Affairs. They have also informed United Nations and they have also informed them in very strong terms that Pakistan can retaliate if such attacks continue. I don't think it merits admission as an adjournment. Therefore, it is ruled out of order.

Akhunzada Behrawar Saeed: Point of order. Sir, each time we hear that he was summoned and the Government warned them through him.

جناب چیئرمین: آپ بتائیں - آپ کیا چاہتے ہیں - کیا کیا جائے؟

اخونزادہ بہرہ ور سعید: ان سے پوچھیں -

جناب چیئرمین: آپ بتائیں آپ کیا چاہتے ہیں - آپ امور خارجہ کی کمیٹی کے چیئرمین ہیں -

اخونزادہ بہرہ ور سعید: میں کہتا ہوں احتجاج بھی نہ کریں بلکہ خاموش رہیں - نظر انداز کر دیں -

Mr. Chairman: I agree with you. Next adjournment motion No.23 - Syed Faseih Iqbal.

ii) RE: FORCIBLE EJECTMENT OF THE FAMILY OF MR. MUHAMMAD NAWAZ SIAL, REPORTER, FROM HIS HOUSE

Syed Faseih Iqbal: According to the report published in the daily 'Jang' and 'Markaz' on April 23, 1991, the family of Mr. Muhammad Nawaz Sial, Reporter of Senate, was forcibly ejected in his absence from House No.12/6-D, G-9/2, Islamabad, by the Inspector of Estate Office, Mr. Anwar Baig in connivance with 40 other persons without any prior notice served on him despite the fact that the said quarter was allotted to the agrieved employee by the Housing Minister (as per serial No.56 List No.1, dated 6.2.1991). The ladies and children were maltreated ruthelessly, the precious house-hold articles including golden ornaments and prize bonds worth rupees twenty thousand were taken away and the furniture was also badly damaged.

The height of the matter is that the Holy Quran was snatched from the hands of the old mother of the said Reporter and was thrown in the stairs, small children were beaten up and one baby was injured badly by the unruly mob.

Since this is a matter of vital public importance of the 'Chadher and Chardiwari' of a respectable family, therefore, I seek the leave of

the House to suspend its normal business to discuss this matter.

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Syed Tariq Mehmood: Opposed.

Mr. Chairman: Janab Faseih Iqbal, could you kindly explain?

سید فصیح اقبال: جناب والا! اخبارات سے اس واقعہ کا پتہ چلا ہے اور میں نے پڑھ کر آپ کو سنایا ہے - اس سے آپ خود اندازہ لگا لیجئے - یہ رپورٹر ہمارے سینٹ کے رپورٹر ہیں اور انہوں نے جو بتایا ہے اس کے مطابق اتنا ظلم ، میرے خیال میں ایک ایسی حکومت میں ہوا ہے ، جس نے ابھی ابھی شریعت بل پاس کیا ہے - جناب چادر اور چار دیواری کی بڑی بے حرمتی ہوئی ہے - مکان خالی کرانے کے سلسلے میں ایک غریب آدمی کے ساتھ ایسا ہوا ہے ورنہ آج تک ہم نے دیکھا ہے کہ پانچ پانچ سال سے آفیسرز کلاس کے سینئر لوگ جو بااثر ہیں وہ مکانوں پر ناجائز قابض ہیں اور ان سے آج تک کبھی کوئی مکان خالی نہیں کرا سکا - اس غریب آدمی کی جو اتفاق سے سینٹ کا رپورٹر بھی ہے شنوائی کا عالم دیکھئے - اس کو بڑی بے دردی کے ساتھ نکالا گیا ، اس رات اخبارات کے رپورٹر وہاں پہنچتے ہیں - وہاں خود انہوں نے تصاویر لی ہیں جو اخبارات میں دی گئی ہیں - مجھے کہنا پڑتا ہے کہ جب ہاؤسنگ منسٹر یہاں موجود ہیں اور ان کے یہاں ہوتے ہوئے اس قسم کے واقعات کا اسلام آباد میں سرکار کی نظر کے سامنے ہونا نہایت افسوسناک ہے - یہ قومی مسئلہ یوں بھی ہے کہ اس قسم کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں اگر چالیس آدمی ایک گھر پر جائیں اور ایسا سلوک کریں تو میرے خیال میں کسی مسلمان کے ساتھ اس سلوک کا کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا - میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب اس کی تحقیقات کرائیں اگر یہ صحیح ہو تو جو لوگ بھی اس میں ملوث ہوں انہیں اس کی باقاعدہ سزا دیں - خواہ ان کے جائنٹ سیکرٹری صاحب ہوں خواہ ان کے سیکرٹری صاحب ہوں - خواہ خود ہوں ، ان کی سزا بھی ہونی چاہئیے جو ہاؤس ان کو دے گا اگر یہ اس میں ملوث ہوں - اس طرح سے اگر واقعات ہوتے رہے تو کس کی accountability ہوگی - مجھے یہ کہنے میں بھی عار نہیں ہے کہ اس وقت کوئی ڈیڑھ دو ہزار سرکاری آدمی ناجائز قابضین ہیں - ان کا آج تک انہوں نے کوئی نوٹس نہیں دیا - ڈرتے ہیں اس لئے کہ ان کے ساتھ اور با اثر افراد ہیں - میں سمجھتا ہوں کہ اسے آپ ایڈمٹ کریں تاکہ متعلقہ کمیٹی اس کی تحقیقات کرے -

سید طارق محمود: جناب والا! معزز سینیٹر صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ جن صاحب سے مکان خالی کرایا گیا تھا وہ وہاں پر illegal رہتے تھے - ان کو نوٹس دیا گیا تھا - دوسری چیز یہ کہ جب ہم مکان خالی کرانے جاتے ہیں تو lady searcher ساتھ ہوتی ہے اس وقت بھی لیڈی پولیس ساتھ تھی - اور جو بھی انہوں نے خاصا زیب داستان کے لئے بیان کیا ہے اگر قرآن پاک کی بے حرمتی ہوگی تو ہم سب مسلمان ہیں ہم ایسا برداشت نہیں کر سکتے اور اگر کچھ لوگ وہاں پر زخمی ہوئے تھے تو اس کی کم از کم ایف آئی آر کٹوانی چاہیئے تھی وہ بھی نہیں کٹوائی گئی - صرف اخبارات میں دیا گیا ہے - جو بھی واقعہ ہوا وہ میرے نوٹس میں ہے - سینیٹر صاحب کے اطمینان کے لئے اس کے متعلق اور تحقیقات کرا لوں گا - میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اس پر زور نہیں دینا چاہیئے -

جناب چیئرمین: فصیح صاحب اس بیان کی روشنی میں کیا آپ اس پر زور دیتے ہیں -

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین صاحب! پہلے وزیر صاحب کے اس بیان کا میں خیر مقدم کرتا ہوں کہ دوبارہ تحقیقات کرائیں گے لیکن جو ان کی اپنی رپورٹس ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی غیر حاضری میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے ایک ایسا آرڈر دیا جو وزیر موصوف کے علم میں نہیں تھا وہ اوریجنل آرڈر میرے پاس موجود ہے -

جناب چیئرمین: وہ ان کو دے دیں لیکن اس بیان کی روشنی میں کیا آپ اسے پریس کریں گے؟

سید فصیح اقبال: میں چاہتا ہوں کہ وزیر صاحب پھر دوبارہ assurance دیں یہ صرف مجھے نہ دیں بلکہ پورے ایوان کو دیں - اس لئے کہ آپ کے ملک اور شہر میں ایسے تمام مسائل آتے ہیں اور آپ کو سرکاری رپورٹس ہمیشہ یک طرفہ ملتی ہیں - اخبارات اس طرح سے غلط خبریں شائع نہیں کرتے - جب آپ نے اخبار میں یہ خبر دیکھی تھی تو اسی دن اس کی تردید کرنی چاہیئے تھی-

سید طارق محمود: ہم نے تردید کی تھی - میرے پاس کٹنگ موجود ہے -

سید فصیح اقبال: میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب ایک بار پھر یقین دلائیں اور وقت کا تعین کر دیں کہ یہ دو ہفتے میں انکوائری کریں گے تا کہ میں یہ کاغذات ان کو ان کے چیمبر میں پہنچا دوں -

جناب چیئرمین: آپ ان کو کاغذات دے دیں - مجھے یقین ہے کہ وزیر صاحب اس کی تحقیق کریں گے - ٹھیک ہے جی؟

سید فصیح اقبال: جسے یہ illegal کہتے ہیں اس کا نام الاٹمنٹ لسٹ میں ہے -

جناب چیئرمین: یہ سب انہیں سمجھا دیں - کیونکہ جب وزیر صاحب کہتے ہیں -----

سید فصیح اقبال: وزیر صاحب پورے ایوان کو یقین دہانی کرائیں -

جناب چیئرمین: فصیح صاحب اصول یہ ہوتا ہے کہ اگر گورنمنٹ کی جانب سے ایک بیان آ جائے تو اسے تسلیم کیا جاتا ہے جہاں تک واقعات کا تعلق ہے------

سید فصیح اقبال: اتفاق سے یہ سینٹ کے تقدس کا بھی سوال ہے - ہمارا اپنا رپورٹر ہے -

جناب چیئرمین: جہاں تک واقعات کا تعلق ہوتا ہے قواعد کے مطابق یا precedent کے مطابق میں ان کی سٹیٹمنٹ کو درست سمجھوں گا -

سید فصیح اقبال: کیا میری سٹیٹمنٹ کو بھی درست سمجھیں گے-

جناب چیئرمین: آپ کی سٹیٹمنٹ کو بھی درست سمجھوں گا لیکن اگر دونوں میں فرق ہو تو پھر وزیر کی سٹیٹمنٹ کو درست تصور کیا جائے گا لہٰذا جب وہ کہہ رہے ہیں کہ میں تحقیق کراؤں گا------

سید طارق محمود: حضور والا! میں ایک دفعہ پھر یقین دلاتا ہوں اگر یہ کہیں تو تیسری دفعہ بھی یقین دلا دوں گا ۔

جناب چیئرمین: شکریہ!

سید عباس شاہ: پوائنٹ آف آرڈر جناب ۔

جناب چیئرمین: پھر آپ اسے پریس نہیں کرتے ۔

سید فصیح اقبال: جی ہاں میں اسے پریس نہیں کرتا ۔

جناب چیئرمین: جی جناب عباس شاہ صاحب ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

سید عباس شاہ: فصیح اقبال صاحب کی سپیچ میں کچھ الفاظ غیر پارلیمانی تھے ۔ اگر سکرپٹ دیکھا جائے ۔

جناب چیئرمین: کون سے ہیں ؟

سید عباس شاہ: میں اسے دہرانا نہیں چاہتا ۔ اس کے لئے سکرپٹ دیکھا جائے اور انہیں حذف کیا جائے۔

سید فصیح اقبال: نہیں جناب اس میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں ۔

جناب چیئرمین: میں نے سنے ہی نہیں ۔ تحریک التوا نمبر 17 ، 21 ، 30 اور 40 پروفیسر خورشید احمد صاحب ، بشارت الٰہی صاحب ، جناب اقبال حیدر صاحب ، میر عبدالجبار صاحب اور سید فصیح اقبال صاحب نے بھی ابھی دی ہے ، پروفیسر صاحب نمبر 17

iii) RE: SHARP INCREASE IN THE PRICES OF ESSENTIAL COMMODITIES

Prof. Khurshid Ahmed: Mr. Chairman, I seek the leave of the House to move the following adjournment motion:

"It has been reported in the Press that the prices of gas, electricity and wheat flour have sharply increased this week. Some of the price-rises are reported to be as follows:

Price of wheat floor (20 kg) was increased by Rs.10/- registering paisas 50 per kilo increase in the price. Gas cylinder price has been increased from Rs.52/- to Rs.62/-. Domestic use of natural gas has become costly by 18% and for commercial and industrial purposes by 15%. Electricity charges have been increased from 8% to 13% and the annual adjustment surcharge has forced the users to pay 10% more.

This sharp price hike has caused great hardship to the people and constitutes an urgent problem of national importance. I, therefore, beg to move that the normal business of the House be suspended to discuss this matter. "

Mr. Chairman: Dr. Bisharat Elahi.

Dr. Bisharat Elahi: Most respectfully I would urge that the House be adjourned to discuss the recent price increase of certain essential items of daily use like electricity, wheat, gas, vegetable ghee, cement, reinforcement steel etc. this has adversely affected and put under financial burden the common citizen of Pakistan and is, therefore, a matter of serious concern and urgent national importance.

Mr. Chairman: Thank you. Iqbal Haider (absent)-Mir Abdul Jabbar.

میر عبدالجبار: میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس ایوان کی کارروائی کو روک کر ملک میں بڑھتی ہوئی گرانی سے پیدا شدہ صورتحال پر بحث کی جائے ۔ حکومت کی طرف سے حال ہی میں آٹے ، گیس اور بجلی وغیرہ کے نرخوں میں اضافے کے باعث عوام سخت پریشان ہیں ۔

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کی معمول کی کارروائی کو روک کر ملک میں ضروری اشیاء کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے پیدا شدہ صورتحال پر بحث کی جائے ۔

Mr. Chairman: Is it opposed?

Mr. Sartaj Aziz: Not opposed.

قیمتوں میں اضافے کا جو مسئلہ ہے وہ جناب چیئرمین! ایسا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایوان جتنی دفعہ قیمتوں کے مسئلے پر بحث کرنا چاہے ہم اس کو welcome کریں گے تا کہ ان کی آراء اور اس سلسلے میں ان کی تجاویز ہمارے سامنے آئیں اور اس کے لئے مناسب وقت مقرر کریں ۔

جناب چیئرمین: میرے ذہن میں ہے کہ پہلے ہی آج کے ایجنڈے پر آئٹم نمبر 7 پر ایک موشن ہے جس میں

Prof. Khurshid Ahmed has moved that this House may discuss the aftermath of the price hike of the essential commodities in the country. As already it is on the agenda, therefore, there is no point in admitting it.

اسی کو آج discuss کر لیتے ہیں ۔

جناب سرتاج عزیز: ٹھیک ہے کر لیں we don't oppose. جب بھی discuss کرنا چاہیں ہم تیار ہیں ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب میں نہیں کر سکتا -
because if the matter is already due for discussion I can't anticipate byadmitting the adjournment motion. Already discuss
ہونا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ دو دفعہ discuss کراؤں-

پروفیسر خورشید احمد: دو الگ الگ چیزیں ہیں - وہ ایک جنرل قرارداد تھی جو ہم نے بھیجی تھی اور خوش قسمتی سے آج کے ballot میں نکل آئی - یہ ایک specific معاملہ ہے اور معاملے کو آپ admit کر لیں اور اس کے بعد اس کے لئے وقت طے کر لیں -

جناب چیئرمین: آج ہی اس کو کیوں discuss نہیں کر لیتے اس کو بھی اس میں شامل کر دیں -

پروفیسر خورشید احمد: ہمیں پتہ ہی نہیں اس کا آج نمبر آتا بھی ہے یا نہیں-

جناب چیئرمین: آئے گا، کیوں نہیں آئے گا -

پروفیسر خورشید احمد: آپ کے پاس ایجنڈا بہت سارا ہے اس لئے آپ technically admit کر لیں - اس کے بعد یہ دیکھ لیں کہ اگر آج ہی بحث ہو جائے تو بہت اچھا ہے-

جناب چیئرمین: اگر آج بحث ہو جائے تو پھر اس کا کیا کروں گا جو ایڈمٹ ہو جائے گی - اگر میں آپ کی تحریک التوا ایڈمٹ کر لیتا ہوں اور آج ہی اس پر بحث ہو جاتی ہے تو پھر کیا کروں گا -

پروفیسر خورشید احمد: اس کو ہم amalgmate کر لیں گے - ہم دونوں کو ملا لیں گے -

Mr. Chairman: So, if the discussion is taken up today that will be taken up. Then, it will be taken as part of discussion alongwith motion No.7.

جناب سرتاج عزیز: Technically بات صحیح ہے جو کہ رہے تھے کہ 75 ای میں لکھا ہے

75(e) It shall not anticipate a matter for the consideration for which a date has been previously appointed.

اگر جو تاریخ مقرر ہے وہ نہ ہوئی تو پھر اس کو آپ revive کر لیں ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے ، اس کو اس کے ساتھ رکھ لیں گے - I will at the moment not admit it اس کے بعد دیکھیں گے اس لئے فی الحال reserve کر لیتے ہیں اور اگر آج ڈسکس ہو جاتا ہے تو پھر

I will pass orders accordingly. The other adjournment motion, I think, is in the name of Prof. Khurshid Ahmed, regarding reported illegal transfer of money from Pakistan to other countries.

(interruption)

Mr. Chairman: I have not admitted it.

پروفیسر خورشید احمد: میرا خیال ہے کہ آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے ٹائم ختم ہو گیا ہے اس کو آپ کل لے لیں ۔

Mr. Chairman: O.K. we will defer it then. That brings us to the end of the adjournment motions.

MESSAGE---RECEIVED FROM THE NATIONAL ASSEMBLY SECRETARIAT

Mr. Chairman: We have received a message from the National Assembly. In pursuance of Rule 109 of the Rules of Procedure & Conduct of Business in the National Assembly, 1973 that the National Assembly having passed the Enforcement of Shariah Bill, 1991, has transmitted the same to the Senate for information and approval of this House.

Yes, please Hafiz Hussain Ahmed Sahib.

POINT OF ORDER Re: SHARIAH BILL PENDING IN THE SENATE

حافظ حسین احمد: جناب والا! اس سے پہلے ایک شریعت بل اس ایوان میں پاس ہوا تھا اور قریب تھا کہ قومی اسمبلی اسے پاس کر دیتی لیکن قومی اسمبلی کو توڑ دیا گیا اس کے بعد دوبارہ اس ایوان میں شریعت بل کو ہم نے پیش کیا اور وہ اس وقت اس ایوان میں ہے تو کیا اس وقت آپ کوئی دوسرا شریعت بل پیش کر سکتے ہیں ؟

جناب چیئرمین: جی بالکل کر سکتے ہیں ، رولز کے مطابق اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے ۔

حافظ حسین احمد: اس میں کیا کیڑے تھے ۔

جناب چیئرمین: وہ بھی پڑا ہوا ہے pending ہے ۔ وہ جب آپ ڈسکشن کے لئے لائیں گے تو وہ رولز کے مطابق آ جائے گا ۔ وہ پرائیویٹ بل ہے یہ حکومت کا بل ہے ۔ فرق یہ ہے ۔

Now we take up the legislative business. Item No. 2. Yes Anwar Saifullah Khan on point of order.

Mr. Anwar Saifullah Khan: Mr. Chairman, Sir, I would

like to know if there is any particular reason for the change of seats.

Mr. Chairman: Yes, the reason is that certain members of this House had asked for separate seats and I think we have allotted them separate seats on this side. As a result, I am sure, one of your seats was taken away and therefore, we had to change it.

Mr. Anwar Saifullah Khan: Sir, I defend my colleagues. I came to know that and then I have moved it, Sir.

Mr. Chairman: This will prove helpful to you in future also.

Mr. Anwar Saifullah Khan: Thank you very much, Sir.

Mr. Chairman: Item No. 2, Minister for Law.

چوہدری امیر حسین: جناب والا! میں نے پچھلی دفعہ بھی درخواست کی تھی اور آج بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس کو next private members day تک defer کیا جائے - میں نے محرک سے بھی درخواست کی ہے -

جناب چیئرمین: محرک کیا کہتے ہیں -

ڈاکٹر نورجہاں پانیزئی: جناب والا! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے - پچھلی دفعہ وزیر عدل نے کہا تھا کہ اسے ہم سرکاری بل کے طور پر لے آئیں گے لیکن ہم نے ان سے درخواست کی تھی کہ اگلی دفعہ اگر سینٹ میں لا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے وہ بڑا important ہے - وہ کہنے لگے کہ جی میں بڑا busy رہا اور پھر میں week-end پر چلا گیا - میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ اتنا important issue ہے لیکن اس کے متعلق اب تک ان کی وزیراعظم سے بات نہیں ہوئی - یہ اس بل کو کب تک ملتوی کرتے جائیں گے یہ تو بہت important issue ہے - میں تو چاہتی ہوں کہ آج ہی ہو جائے اور یہاں شریعت بل کے پاس ہونے سے پہلے اس پر بحث ہو جائے اور اسے پاس کر لیا جائے تو بہتر

ہے ۔ میں تو درخواست کروں گی کہ وہ اس کی اہمیت کو ذرا محسوس کریں ۔ اب مجھے یہ امید نہیں ہے کہ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے تک بھی وزیر صاحب اس قابل ہو سکیں گے کہ وزیراعظم صاحب سے اس پر بات چیت کر لیں ۔

Mr. Chairman: Mr. Muhammad Ali Khan.

Mr. Muhammad Ali Khan: When I moved this Bill last time we were not only requested by the Minister concerned but also the House was assured that the Government would come out with such a Bill. So, for that matter we had to defer it. This time he (the Minister concerned) asked me to defer it for the time being because tomorrow we are holding a meeting of parliamentary party in which, *Inshallah*, this would be discussed and we would know whether the private members are permitted to move it in the Senate or the Government would bring it on its own. So, I would request to defer it for today and to take it up next time. Thank you, Sir.

سید فصیح اقبال: بل کی اہمیت کے متعلق میں ڈاکٹر صاحبہ سے متفق ہوں لیکن اس بارے میں حکومت نے پہلے ہی کابینہ میں ایک فیصلہ کر لیا تھا جس کا ابھی وزیر موصوف نے ذکر فرمایا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہتر ہو گا کہ حکومت خود یہ بل پیش کرے جیسے انہوں نے حتمی تاریخ دی ہے کہ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر move کریں گے ۔ میرا خیال ہے کہ اس بات کو منظور کر لیا جائے ۔

جناب چیئرمین: تو آپ کو اس بات سے اتفاق ہے ۔

So, with the consent of the House, this is deferred to the next private members' day. Now, we take up item No. 4 - Mr. Yahya Bakhtiar.

THE CONSTITUTION (ELEVENTH AMENDMENT) BILL, 1991

Mr. Yahya Bakhtiar: Mr. Chairman, Sir, I seek leave of the House to introduce further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan...

Sir, the Bill seeks to amend two provisions of the Constitution, Article 2(a) and Article 239 (6). If you permit me I will briefly explain objects and reasons of this Bill.

Mr. Chairman: Please do.

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, in Article 2(a)....

جناب چیئرمین : پہلے، مجھے یہ پوچھ لینے دیں Is it being opposed?

Ch. Amir Hussain: No Sir, I do not oppose it.

جناب چیئرمین: کیا مطلب جی؟

چوہدری امیر حسین: انہیں leave grant ہو جائے - بل introduce ہو جائے - جناب والا! میں leave grant کرنے کو اپوز نہیں کرتا -

جناب چیئرمین: بہرحال پھر بھی ان کو explain کرنے دیں کہ بل ہے کیا؟

(مداخلت)

جناب یحییٰ بختیار:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

(مداخلت)

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, the point is that Article 2(a) has made the provisions of Objective Resolution Justiciable. Now what happened was that in 1981 the Muslim jurists and scholars of eminence across the world got together in Paris and they formulated human rights as given by Islam in the form of a declaration. It is a beautiful document and I think, the House will be proud of if we adopt that and incorporate it in Article 2 (a) alongwith Objective Resolution. The rights which were given in this declaration will enhance the prestige of the House and Pakistan. Sir, as the preamble of the declaration says:

> "The human rights decreed by the divine law aim at conferring dignity and honour on mankind and a design to eliminate oppression and injustice and that by virtue of that divine source and sanction. These rights can neither be curtailed, abrogated, nor disregarded by any authority, Assembly or other institution nor can they be surrendered or alienated.

(pause)

Mr. Yahya Bakhtiar: So, as I have submitted Sir, we have our fundamental rights, no doubt in the Constitution. There may be some overlapping also but being a lawyer you are well aware that with every right there is a right subject to law and sanction imposed by law, given the freedom of speech, freedom of Assembly, freedom of this and that. But here there is no such instruction except what is imposed by Quran and Sunnah itself, no restriction at all. So, here I

would cite some of the rights which are given; right to life, right to freedom, right to equality, discrimination, right to justice, right to fair trial, benefit of doubt, all these concepts were Islamic concepts. So, this is not a controversial Bill Sir, and rights of minorities, right of protection against abuse of power, right of protection, right of freedom of association, freedom of religion, dignity and status of workers and labours, right of social security. So, with the help of these rights I think a welfare state based on the Islamic principles of social justice can easily be established. You would not need all those laws which the Government is thinking of making to achieve that end.

Another thing is, Sir, that Article 239 (6) that the Constitution says;

> Article 239 (6): For the removal of doubt, it is hereby declared that there is no limitation whatever on the power of the *Majlis-e-Shoora* (Parliament) to amend any of the provisions of the Constitution

Now, on the one hand we say

> Sovereignty belong to Almighty Allah alone and it is delegated to the people of Pakistan and that it shall be exercised by the chosen representatives of the people within the limits prescribed by him. Now, for that limitation first under Islamic concept in Islamic jurisprudence it is not unlimited sovereignty, it is always limited, it is not divine that of a king, we are subject to that law, divine law, therefore, you cannot say that they can amend any thing they want including the Objective Resolution. So this does not exist in the Constitution of 1973 originally. I do not know why it was inserted. On the one hand they make Article 2(a) to make the objective justiciable,

then, they say, "you can repeal that". They also say that has to be dropped, omitted.

Then Sir, I would also like to draw the attention of the honourable House to one or two other points. Now, there are rights of women, rights of married women and also married men. Here it says, 'strict confidentiality from her spouse', it is man women rights, it is on page 11 of the Bill which is before you Sir, strict confidentiality from her spouse or ex-spouse if divorced with regard to any information that he may have obtained in the course of marriage. Marriage is a very sacred and secret relationship, if any information received/obtained about her, the disclosure of which could prove detrimental to her interest that is prohibited. Similarly, similar responsibility rests upon her in respect of spouse or ex-spouse. Why I am drawing your attention to this, I am not in favour or against any one but a lady has written a book about her husband, a prominent person, I am not supporting him, such thing will not be permitted to be disclosed to just enrich oneself. This is the responsibility of husband as well as of the wife.

Sir, the next right which you will find on the same page is right of privacy. I am just going to mention one or two rights. Now, this is one of the rights given in Islam. Recently, the honourable Law Minister will be able to know, I do not know, it is right or wrong, there was a controversy in the country that a Bill about obscenity is being introduced. I do not know whether it is correct or not, whether they were introducing or not, but there was a controversy and comments in the press that a Policeman is going to enter your house and if they find a painting, if they find a writing, if they find a sketch, they will get hold of you and punish you to one year imprisonment and so forth. Now, here I would like to draw your

attention, Sir, to the Islamic injunctions and the question of privacy. There are two provisions on which I would like to draw your attention. One is Sir, the injunction of Quran. Quran enjoins Sir, "He who believed, avoid suspicion and spy not on each other, nor speak ill of each other behind their backs."

This is Surah 49, Ayah 12. Then, again Sir, there is another injunction of Quran:

> "He who believed enter not a house other than your own without first announcing your presence and invoking permission upon the people therein and if you find no one therein, still enter not until permission have been given."

Now, Sir, this is Surah 24 Ayah 27 to 28. Now, in view of this Quranic provision I feel that we all want Shariah. Introduce it, we are very happy but if a Policeman comes with a warrant in my house and he charges me that I have committed a murder and I do not allow him to enter my house, he cannot enter my house. So, need not worry, let people feel secured and assured that they get that right. Their house or a *jhuggi* is as strong as a castle. Because Allah has given them this right. No Policeman can enter your house. Wait for him till he goes out. Let it happen in our courts. Accused persons come here and sought bail. That bail is granted until he goes out, he is not arrested. So, these are the things we should tell the people. Islam gives you all these rights. It cannot happen and we have examples Sir, that even looking into someone's house without permission is not permissible. So, all these modern methods where they are perfecting surveillance, telephone tapping, letter censorship, all these are prohibited in Islam. There is a saying of the Holy Prophet (peace

be upon him) that he who reads his brother's letter without his permission will be put in the hell. So, no censorship

ہم گورنمنٹ چلائیں گے کیسے - جہاد کرنا پڑے گا -

So Sir, with these few words I will request that leave may be granted and I may be permitted to introduce the Bill.

جناب چیئرمین: شکریہ - آپ کچھ کہنا چاہیں گے ، یہ تو آپ نے کہا ہے کہ میں oppose نہیں کرتا-

چوہدری امیر حسین: جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں جو اس خدشہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہاں کوئی ایسا بل لایا جا رہا ہے جس کے تحت جو شخص چاہے obscenity کے نام پر کسی کے مکان میں داخل ہو جائے گا یہ قطعی طور پر غلط بات ہے - ایسا کوئی بل نہیں لایا جا رہا ہے اور نہ ہی اسلام میں کسی کے مکان میں کوئی بلا اجازت داخل ہو سکتا ہے - صرف ریکارڈ کی درستگی کے لئے یہ میں نے عرض کیا ہے ، یہ صرف presumption تھی جس کے تحت فاضل ممبر نے بات کی ہے - بہرحال ان کو بل پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے ، میں اس کو oppose نہیں کرتا ، یہ introduce ہو جائے -

Mr. Chairman: Since it is not being opposed. I do not need to put it to the House. You can introduce the Bill Mr. Yahya Bakhtiar.

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, this Act may be called the Constitution (Amendment) Bill 1991.

جناب چیئرمین: نہیں آپ صرف یہ پڑھ دیں -

I beg to move for leave....

Mr. Yahya Bakhtiar: I beg to move "The Constituition (Amendment) Bill, 1991."

جناب چیئرمین : آپ صرف نمبر 5 پڑھ دیں -

(interruption)

Mr. Yahya Bakhtiar: I beg to move for leave to introduce "The Constitution (Amendment) Bill, 1991."

(interruption)

Mr. Yahya Bakhtiar: I also beg to introduce the Bill if leave is granted.

Mr. Chairman: So leave is already granted because it is not being opposed. So, the Bill stands intoduced and it will go to the Standing Committee concerned. Now we come to item No.6.

چوہدری امیر حسین: جناب والا! ایک گزارش کرنا ہے کہ وزیر صاحب آدھے گھنٹے کے لئے گئے ہیں ، ان سے متعلقہ آئٹم نمبر 6 ، 7 ، 8 ہیں - اس لئے پہلے نمبر 9 کو لے لیں - اسی عرصے میں وہ آ جائیں گے -

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ ابھی ہم بحث شروع کرا دیتے ہیں - میں تو چاہوں گا کہ نمبر 7 پر بحث شروع کرا دیتے ہیں تا کہ تحریک التوا بھی cover ہو جائے-

چوہدری امیر حسین: ٹھیک ہے جی -

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ بحث شروع کی جائے - prices کی بات ہے - پروفیسر صاحب ، میرا خیال ہے کہ آپ نمبر 7 کو لے لیں -

Now it has come up, I rule out the adjournment motion on the ground

that this matter is going to be discussed today under item No.7

پروفیسر خورشید احمد: ٹھیک ہی جی ، اگر آپ کو رول آؤٹ کرنے کا شوق ہے تو وہ بھی پورا کر لیں اگر آپ دونوں کو ملانا چاہیں تو ملا لیں ، یہ آپ کر سکتے ہیں -

Mr. Chairman: To keep the record straight on my side also.

پروفیسر خورشید احمد: اس کا ایک نقصان میں آپ کو بتا دوں -

جناب چیئرمین: جی فرمائیے -

پروفیسر خورشید احمد: وہ نقصان یہ ہے کہ آپ نے پرسوں ریلوے کے کرایوں میں اضافہ ہو جانے کے بارے میں ایک تحریک التوا بحث کرنے کے لئے منظور کی ہے لیکن آپ اسے نامنظور کر رہے ہیں -

جناب چیئرمین: میں اسے اس لئے نامنظور نہیں کر رہا ہوں بلکہ اس لئے کر رہا ہوں کہ آج یہ معاملہ ڈسکس ہو رہا ہے - Under the rules we cannot anticipate discussion on an adjournment motion. چونکہ یہ آج ڈسکس ہو رہی ہے اس لئے اسے رول آؤٹ کیا ہے not because of that otherwise. وہ تو اور بات تھی -

DISCUSSION ON THE INCREASE IN THE PRICES OF ESSENTIAL COMMODITIES

پروفیسر خورشید احمد: بہت بہتر - جناب چیئرمین! میں مسئلہ کا تعارف اختصار سے کراؤں گا - مجھے افسوس ہے کہ اس وقت وزیر متعلقہ ایوان میں موجود نہیں ہیں لیکن چونکہ وزیر عدل و انصاف موجود ہیں اس لئے مجھے توقع ہے کہ وہ ان تک بات پہنچا دیں گے -

جناب والا! آپ اس امر سے واقف ہیں کہ حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ عوام کے لئے سہولتیں فراہم کرے اور عام شہری کی جو ضرورت کی

اشیاء ہیں وہ بہرصورت فراہم ہوں کم یاب نہ ہوں ، عنقا نہ ہوں ، مارکیٹ سے غائب نہ ہوں اور ان کی قیمتوں میں استحکام پیدا ہو تاکہ افراد اپنی آمدنی اور بجٹ میں رہتے ہوئے ، اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں - ہر مہذب معاشرے کی یہ بنیادی ضرورت ہے - جناب والا! موجودہ حکومت جس منشور پر عوام کا اعتماد لے کر ایوان اقتدار میں داخل ہوئی ہے اس میں یہ دونوں باتیں شامل تھیں کہ لوگوں کی عام ضرورت کی چیزوں کی فراہمی میں سہولت پیدا کرنے میں اور فراہمی کا اہتمام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے - دوسری چیز یہ تھی کہ ہم قیمتوں میں استحکام پیدا کریں گے اور ملک کوافراط زر کی لعنت سے بچائیں گے -

جناب والا! آج جن نئی نئی بیماریوں سے ایک معاشرہ روشناس ہوا ہے ، اور جو اسے گھن کی طرح کھا جاتی ہیں ، ان میں افراط زر ایک بنیادی بیماری ہے - جس کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کی قوت خرید کم ہوتی جائے اور ملک میں فراہم ہونے والی اشیا یا خدمات مہنگی سے مہنگی ہوتی چلی جائیں - جناب والا ! کوئی معاشرہ ، کوئی ملک ، کوئی معیشت ، فلاحی اور منصفانہ ہونے کا دعوی نہیں کرسکتی اگر چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ روز افزوں ہو اور عام شہریوں کے لئے زندگی گزارنا دوبھر ہوتا جائے اور ان کی قوت خرید برابر کم ہوتی چلی جائے - میں اس سلسلے میں پاکستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالوں تو مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ کئی نازک لمحے ہماری معاشی تاریخ میں ایسے بھی آئے ہیں جب حکومتیں اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے ناکام ہوگئیں یا collapse کر گئی ہیں ، یہ ایک ایسی اہم معاشی اورسیاسی شے ہے - پھر اگر آپ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیں تو اسلام نے جن بنیادی اقدار پر زور دیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز سے اشیا کی قدر کو ناپا جاتا ہے ، جسے میزان کہتے ہیں ، خود اس کی قیمت نہیں بدلنی چاہیئے اس کے اندر استحکام ہونا چاہیئے - اس کا جو اصول قرآن نے دیا ہے ، وہ دراصل ایک positive economic value ہے اور ملک کی مالیاتی اور محصولاتی پالیسی کا ایک مقصد متعین کرتا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ زر کی قوت کی خود خرید مستحکم ہونی چاہیئے اور اس میں استحکام ہونا چاہیئے- عام انسانوں کے ساتھ یہ بڑا ہی غلط معاملہ ہے کہ زر جس کے ذریعے سے اپنی ضرورت کی تمام چیزیں حاصل کرتے ہیں اور جو پیمانہ ہے قدر کا، خود اس کی اقدار برابر بدلتی جائیں اور گرتی چلی جائیں تو قدر کے پیمانے کی قدر کا گرنا اور erosion of value جو ہے ، یہ اسلام کی نگاہ میں ایک غیراخلاقی اور ایک ظالمانہ اور معاشی طور پر ایک ناقابل قبول پالیسی ہے اس قدر کو establish کرنے کے بعد اب جناب والا ! میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے برسراقتدار آنے کے بعد سے جو کیفیت اس معاملے میں پیدا ہوئی ہے ، اور جس تیزی سے قیمتیں بڑھ رہی ہیں ، یہ بہت ہی تشویش ناک ہے - اگر آپ گندم کی

قیمت کو دیکھیں ، آٹے کی قیمت کو دیکھیں اس کے اندر اضافہ ہوا ہے اور یہ اضافہ تیس روپے فی بوری کے حساب سے پچھلے پندرہ دن کے اندر ہو چکا ہے اگر آپ بجلی کے نرخ دیکھیں تو پوزیشن یہ ہے کہ یکم اپریل سے تو گھریلو صارفین پر 1 تا 5 یونٹ پر 61 پیسے ، 150 یونٹ تک 75 پیسے ، 300 یونٹ تک 91 پیسے ، 1000 یونٹ تک 180 پیسے ، اور اس سے زائد پر 217 پیسے فی یونٹ ہے - تجارتی یونٹس کو 287 پیسے سے بڑھا کر 311 پیسے کیا گیا ہے - اور صنعتی صارفین کے لئے بھی اضافہ کر دیا گیا ہے یہ اضافہ تقریباً 11 سے 13 فیصد تک ہے - اس کے علاوہ اگر آپ جناب والا! قیمتوں کا عمومی اشاریہ لیں تو وہ اس وقت قیمتوں کا سرکاری اشاریہ 14 فیصد اور whole sale price index 11 فیصدی بڑھا ہے یہ two digit اضافہ ملک کے ہر شہری کے لئے ناقابل برداشت بوجھ ہے - لیکن اس سلسلے میں اگر آپ کے جو پرائیویٹ سروے ہوئے ہیں انہیں آپ دیکھیں تو صورتحال اور بھی زیادہ پریشان کن نظر آتی ہے - مثلاً "دی نیوز" اخبار کے 12 مئی کے ایڈیٹوریل میں یہ بات آئی ہے کہ

"A private survey records 40 per cent rise in prices of various commodities for the last six months. The actual rise may be much more when it comes to buying things in the ruthlessly free market."

اگر فی الحقیقت یہ اعداد و شمار درست ہیں اور اس کے پیچھے ایک فارن ایجنسی کا سروے بھی موجود ہے ، فارن ایڈ کا بھی جو اسے سپورٹ کرتا ہے - جناب والا! یہ صورتحال ایسی ہے کہ جس کے اوپر روس کا پریس چیخ رہا ہے 'The News' اخبار نے اس کو The Price Bomb قرار دیا ہے اور بجا طور پر یہ کہا ہے کہ

" However pinching, the officially announced rise in atta price carries the satisfaction of an explanation. The comfort was sadly missing in so many other cases of price rises. How come that gram and pulses started vying with atta status in terms of sale? The government went a step ahead (or backwards) when it allowed the power and gas rates to go up after initial reluctance to do so. But then electric fans and

air-conditioners took the cue from Government and had their prices revised. They are refusing to operate at their old prices,....."

ڈان اخبار نے اپنے اداریئے میں اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ بات لکھی کہ قیمتوں کے بڑھنے میں اور جرائم میں اضافہ ہونے میں ایک close co-relation ہے - بلاشبہ لاقانونیت کی اور بھی وجوہ ہیں - میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اس کا واحد سبب ہے لیکن جناب والا! میرا خیال یہ ہے کہ ڈان کا یہ تبصرہ اپنے اندر خاصی صداقت رکھتا ہے کہ قیمتوں اور جرائم کی شرح میں اضافہ اور فروغ کے درمیان ایک تعلق پایا جاتا ہے -

جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ حکومت نے برسراقتدار آتے ہی سرکاری ملازمین کو دو سو روپے کا ریلیف دیا تھا جسے پورے ملک میں پسند کیا گیا - مجھے افسوس ہے کہ سرکاری اداروں میں تو اس پر عمل ہو سکا لیکن جو معلومات اخبارات کے ذریعے ہم تک آ رہی ہیں یا لوگ ہمیں خطوط لکھ رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی بہت سے پرائیویٹ ادارے ہیں جن میں سرکار کے نیم سرکاری ادارے شامل ہیں جنہوں نے اب تک اس پر عمل نہیں کیا - دو سو روپے کا اضافہ اگر آپ اس context میں دیکھیں کہ اس زمانے میں قیمتوں میں کتنا اضافہ ہوا ہے یعنی اگر سرکاری اعداد و شمار 14 فیصد کے ہیں اور آزاد اعداد و شمار چالیس فیصد کے قریب ہیں - اس آٹھ مہینے میں جتنا اضافہ ہو گیا ہے اس سے ایک شخص آج اس سے بدتر حالت میں ہے جس میں وہ آج سے ایک سال پہلے تھا - اس کے ساتھ میں جناب والا! یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں یہ بڑی ہی بری روایت بن گئی ہے کہ بجٹ سے پہلے بجٹ آ جاتے ہیں - بڑے اہم فیصلے پارلیمنٹ کو اعتماد میں لئے بغیر یعنی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے بجائے محض سرکاری اعلانات یا ایس آر او اور subordinate legislation کے ذریعے سے کئے جاتے ہیں - یہ سارے اضافے بھی اسی طریقے سے ہوئے - آج سے 30 سال پہلے پوزیشن یہ تھی کہ ان میں سے کسی چیز میں اضافہ نہیں ہو سکتا تھا خواہ وہ ریل کا کرایہ ہو ، خواہ گیس ہو ، خواہ وہ بجلی ہو جب تک کہ ایک ایکٹ آف پارلیمنٹ اس کے پیچھے موجود نہ ہو ، کسٹم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسے پارلیمنٹ سے منظور نہ کرایا جائے - لیکن یہ عجیب جمہوریت ہے کہ یہاں اتنے بنیادی فیصلے بھی ایوان سے باہر ہو جاتے ہیں - بجٹ آنے میں ابھی چند ہفتے باقی ہیں لیکن قیمتوں کا سیلاب اُمڈ آیا ہے - اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جو سرکاری اعداد وشمار deficit financing کے معلوم ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے اپنے خسارے کو پورا کرنے کے لئے بنکنگ سسٹم سے قرضے لئے ، نوٹ چھاپے -

[اس مرحلہ پر آذان عصر شروع ہوئی اور نماز عصر کے لئے وقفہ کیا گیا]

Mr. Chairman: We will adjourn now and meet again at 5.45 p.m.

(The House adjourned for Prayers to meet again at five forty five of the clock)

[The House reassembled after interval with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.]

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب پروفیسر خورشید صاحب ،

پروفیسر خورشید احمد: محترمہ چیئرمین صاحبہ! میں اس وقت تک جن امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا چکا ہوں ان میں سب سے پہلی چیز قیمتوں میں ہمہ گیر اضافہ ہے جو اس زمانے میں ہوا ہے جس میں اشیائے خوردنی تیل ، بجلی ، گیس ، ریل کے کرائے وغیرہ وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو ایک عام شہری کی روز مرہ کی ضروریات ہیں ، جنہیں کسی پہلو سے تعیش قرار نہیں دیا جا سکتا ، بلکہ جو عام ضرورت کی اشیا ہیں - پھر میں نے اس کو اس چیز سے سپورٹ کیا ہے کہ اس زمانے میں جو جنرل پرائس انڈیکس ہمارے سامنے آیا ہے ، دونوں House Price Index اور sensative price index بھی ، دونوں میں double digit اضافہ نظر آ رہا ہے - یہ خطرے کی ایک گھنٹی ہے - پھر میں نے آپ کی توجہ ان پرائیویٹ سروے کی طرف مبذول کرائی جن میں 20 - 22 فیصد قیمتوں میں اضافے کی باتیں کی گئی ہیں اور ایک سروے جو کہ "نیوز" نے شائع کیا ہے ، اور یو ایس ایڈ کے behalf پر پرائیویٹ سروے دیا گیا اس میں یہ اضافہ چالیس فیصد تک دکھایا

گیا ہے - بلا شبہ میں اپنے خیالات کو سرکاری اعداد و شمار پر مبنی کرتا ہوں لیکن دوسرے پرائیویٹ اندازے جو ہیں ان سے کلی طور پر صرف نظر نہیں کیا جا سکتا -

جناب والا! میں نے یہ بات بھی عرض کی تھی کہ ایک فلاحی معاشرہ کے لئے ، ایک جمہوری معاشرہ کے لئے ، معاشی اور اخلاقی اور سیاسی ضرورت ہے کہ قیمتیں مستحکم ہوں - افراط زر کو روکا جائے - زر کی قوت خرید میں کمی نہ ہونے پائے - اس لئے کہ زر کی قوت خرید میں کمی ایک ملک کی پوری آبادی کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہے ، اس کی جیب کاٹنے کے مترادف ہے اور میں نے اس بات کو قرآنی دلائل سے آپ کے سامنے رکھا ہے کہ قرآن پاک جس قسم کے مالیاتی اور محصولاتی پالیسی کو اپنے معاشی پروگرام کی ایک بنیادی قدر قرار دیتا ہے اس میں زر کی قدر میں استحکام اس کی ایک بنیادی قدر ہے اور افراط زراس کی ضد ہے -

جناب والا! اس کے بعد میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو چیز بڑی پریشان کن ہے وہ یہ ہے کہ ملک میں بنکنگ سسٹم سے قرض لینا ، نوٹ چھاپنا ، اسے deficit financing کہتے ہیں اور deficit financing ایک نوعیت کا ٹیکس ہے جو حکومت پوری آبادی پر لگاتی ہے جسے قیمتوں میں اضافے کی شکل میں ملک کا ہر شہری ادا کرتا ہے - یہ ایک regressive tax ہے جس کا معنی یہ ہے کہ غریب اور جن کے پاس ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے - انہیں یہ ٹیکس دینا پڑتا ہے اور امیر جن کے پاس ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت ہے ان پر اس کا بوجھ کم سے کم پڑتا ہے - جناب والا! جو اعداد و شمار اس وقت ہمارے سامنے آئے ہیں اس وقت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت net deficit financing کوئی 34 بلین کی ہوچکی ہے - کل ہی کے اخبارات میں یہ اعداد و شمار آئے ہیں اس سے پہلے 38؍2 بلین تک کے اعداد و شمار ہمارے سامنے آ چکے ہیں شاید چونکہ مختلف loans وغیرہ دوسرے انداز میں لئے گئے ہیں تو اس میں کچھ کمی ہوئی ہے لیکن 34 بلین جو آپ کے جی ڈی پی کا تین ساڑھے تین فیصدی بن جائے تو اس مقدار میں deficit financing جو ہے یہ ہولناک ہے ، یہ معاشی اعتبار سے ، سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے ہماری نیندیں اڑا دینے کے لئے کافی ہے اور اس کے اثرات فوراً پڑ بھی رہے ہیں اور پھر time lapse سے پڑیں گے - اس لئے کہ بالعموم deficit financing کے پورے اثرات جو ہیں وہ ایک time lapse کے بعد رونما ہوتے ہیں - مستقبل میں ہم قوم کو کیا تحفہ دے رہے ہیں ، اسے کس صورتحال سے دوچار کر رہے ہیں - یہ وقت ہے کہ ہم اس پر غور کریں اور ہم ایسی پالیسیاں بنائیں جن سے

ہم ان چیزوں پر قابو پا سکیں - وہ پالیسیاں کیا ہوں گی میری نگاہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ڈیمانڈ پر کنٹرول کرنا ضروری ہے - صورتحال یہ ہے کہ ہم سادہ austerity living savings بڑھانے ، اشیائے صرف کے مقابلے میں سرمایہ کاری پر وسائل کو لگانے کی بات تو بہت کرتے ہیں اور چند پالیسیاں اور incentives بھی اس زمانے ، اس رخ پر ، اس سمت پر دیئے گئے ہیں - لیکن حقیقی صورتحال یہ ہے کہ آج بھی ایک عام شہری حکومت کے انداز میں کفایت شعاری ، سادگی ، تعیش سے بچنے کی کوئی واضح مثال نہیں دیتا ہے -

جناب والا! جس طرح انصاف کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ نہ صرف یہ ضروری ہے کہ انصاف کیا جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ انصاف کیا گیا نظر آئے - یعنی justice not only to be done but seem to be done یہی معاملہ دراصل کفایت شعاری اور خوشحالی کی پالیسی کا بھی ہے جب تک کہ آپ یہ image نہیں بدلیں گے اور بالکل ایک نیا image قوم کو نہیں دیں گے demand management کا کام آپ نہیں کر سکتے - آپ یہ دیکھئے کہ ہمارے رہن سہن کا انداز ، ہمارے اشتہارات ، ہمارا ٹی وی جس طرز زندگی اور بودوباش کو قوم کے سامنے چلا رہا ہے دراصل یہ سارے وہ فیکٹرز ہیں جو demand create کرتے ہیں - اس بارے میں بہت سی studies ہوئی ہیں اور امریکہ کے ایک مشہور شخص Joseant Burrey نے demonstration effect کا مطالعہ کیا ہے اور وہ بتلاتا ہے کہ کس طریقے سے اس نوعیت کے اخراجات ، in practical یہ نظام زندگی یہ اشتہارات (یہ elite کی مثال ہے) اس کو demonstration effect کے طور پر کس طرح ملک کے اندر ڈیمانڈ جو ہے وہ غلط راستوں پر لے جاتی ہے جس کے بالآخر inflationary اثرات پیدا ہوتے ہیں -

جناب والا! ہماری پالیسیوں میں پہلی چیز یہ ضروری ہے - دوسری چیز مسئلے کا حل صرف ایک ہے اور وہ ہے پیداوار کو بڑھانا ، صرف پیداوار ہی کو نہ بڑھانا بلکہ productivity کو بڑھانا ، افراط زر نام ہے اس بات کا کہ ملک میں پائی جانے والی قوت خرید اور ملک میں پائے جانے والی اشیاء اور خدمات کے درمیان جو حقیقی توازن ہے وہ باقی نہیں رہا اور اگر ملک میں پیداوار کو بڑھایا جائے تو پھر دراصل آپ کنٹرول کر سکتے ہیں کسی نہ کسی درجے میں inflationary process کو اور اس میں stabilization ہو سکتا ہے - جناب والا! میں اس بات کے حق میں ہوں کہ زراعت کو وہ قیمتیں ملنی چاہیئں جن کی بنیاد پر ہمارا کاشتکار ، ہمارا کسان ملک کی اجناس کی ضروریات کو پورا کر سکے -

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حال پر یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ ہم ان ممالک میں سے ہیں جو خوراک کے معاملے میں تقریباً خود کفیل ہیں - تھوڑی سی کسر رہ جاتی ہے اور جب بھی وہ رونما ہوتی ہے تو ہمارے زرمبادلہ پر اس کا دباؤ پڑتا ہے - اُن ممالک کا تصور کیجئے جو خوراک کے معاملے میں خود کفیل نہیں ہیں اور کس طرح وہ غیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں لیکن اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم زراعت کی حوصلہ افزائی کریں rationale price بھی اس کی ایک ضرورت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عام شہری کی قوت خرید اورعام اشیاء کی چیزوں کی قیمتوں کا ایسے مقام پر ہونا جو ایک فرد کی قوت خرید کے اندر آئیں اس کی دسترس میں رہیں تا کہ وہ اپنا پیٹ پال سکیں اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کر سکیں - ان دونوں کو بیک وقت سامنے رکھنا ضروری ہے اور اسی لئے جناب والا! میں یہ بات سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ کم از کم دو بنیادی اصلاحات ہماری معاشی پالیسی میں ہونی چاہیئیں - ایک یہ کہ آپ ملک میں پیداواری اجرت بہتر کریں - ایک شخص کا حق ہے کہ اس کو زیادہ اجرت ملے - وہ اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر پاتا اس اجرت کو جو آج آپ نے اس کو دی لیکن اگر یہ اجرت بڑھتی ہے پیداوار میں اضافے کے بغیر ، تو اس کے اثرات دوسرے ہوتے ہیں - اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ اجرت کو پیداواری اضافہ سے جہاں جہاں ممکن ہے وہاں tie up کریں اور اس کا پھر فائدہ یہ ہو گا کہ پاکستانی مزدور اگر انگلستان ، جرمنی یا ڈنمارک میں دس سے پندرہ ہزار روپے مہینہ کما سکتا ہے اور بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے تو اسے یہ incentives میسر ہو کہ اگر وہ بہتر کام کرے گا تو وہ پاکستان میں بھی 3 ہزار ، 4 ہزار یا 5 ہزار کما سکتا ہے اور یہ موقع اسے ملنا چاہیئے لیکن اس کے لئے آپ کو اپنی wage policy بدلنا پڑے گی -

دوسری چیز جناب والا! جہاں آپ industrialization and privatisation کے اقدامات کر رہے ہیں جو ایک خاص سوشل فریم ورک میں آگے چل کر ملکی معیشت کو زیادہ طاقتور بنائیں گے بشرطیکہ اس کی ضروریات کو آپ پوری کریں - اس کے ساتھ ساتھ میری نگاہ میں ملک کا سب سے زیادہ اہم ، سب سے زیادہ virile اور dynamic sector ہے جسے آپ informal sector کہتے ہیں یعنی چھوٹے تاجر ، صنعتکار اور کاٹیج انڈسٹری کو فروغ دینے سے employment generation زیادہ ہو گی اور عام آدمی کی معاشی حالت بہتر بن سکے گی - اس کے بارے میں آپ کو دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے - آج پاکستان میں کاٹیج انڈسٹری کی تعریف یہ ہے کہ وہ صنعت جس میں سرمایہ ایک لاکھ لگتا ہو اور آج ایک لاکھ سرمائے سے کوئی چھوٹی صنعت وجود میں نہیں آ سکتی ، شہروں میں تو آپ دکان نہیں کھول سکتے - چھوٹی مشین نہیں لگا سکتے - ہندوستان میں کاٹیج انڈسٹری کے لئے اس

وقت جو limit ہے وہ 25 لاکھ کی ہے اور وہاں یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اس کو بڑھا کر 60 لاکھ تک لے جایا جائے - اس وقت ہندوستان کی جو کل ایکسپورٹس ہیں - ان میں کاٹن انڈسٹری کی ایکسپورٹ کا حصہ تقریباً one-fifth تک پہنچ چکا ہے اور پوری کاٹن انڈسٹری کا 38 فیصد ایکسپورٹ ہو رہا ہے - اس لئے کہ اس کو ایک ایسا incentive دیا ہوا ہے جس کی بنیاد پر grass root پر یہ کام ہو سکتا ہے - اس بات کی ضرورت ہے کہ informal sector جہاں پیداوار بھی زیادہ بڑھے گی ، ان تمام کے نتیجے میں مارکیٹ میں اشیا آئیں گی اور یہ سب anti-inflationary ہو گا -

اس کے بعد تیسری ضرورت جناب حکومت کے زیادہ effective financial management کی ہے - جس فیاضی سے deficit financing ہو رہی ہے - چاہے اس کے لئے آپ یہ جواز لائیں کہ یہ پچھلی حکومتوں کا کیا دھرا تھا جو ہم بھگت رہے ہیں - لیکن کوئی مقام ہونا چاہیئے جو cut off point بنے - آپ فنانشل مینجمنٹ کو مضبوط کئے بغیر inflationary pressure کو روک نہیں سکتے ہیں - کچھ آپ پر بیرونی constraints آئی ایم ایف سے آپ نے وعدہ کر لیا ہے - ورلڈ بینک سے آپ نے وعدہ کر لیا ہے باہر کی دوسری ایجنسیوں نے آپ سے مطالبات کئے ہوئے ہیں - ایشین بینک نے یہ کہا ہوا ہے کہ فلاں چیز کی قیمت بڑھاؤ ، اس کے بغیر ہم آپ کو قرضہ نہیں دیں گے - یہ سارے کے سارے constraints ہمارے سامنے ہیں - لیکن ان سب کے باوجود ہماری پالیسیاں وہ ہونی چاہیئیں جن سے ہم عام شہری کو سہولتیں فراہم کر سکیں اور ملک میں پیداواری عمل کواس طرح آگے بڑھا سکیں کہ لوگوں کی ضرورت کی چیزیں با افراط موجود ہوں اور ان کی قیمتیں مناسب حدود میں رہیں - اس سلسلے میں جناب والا! میں آپ کی توجہ خاص طور پر اس آکاس بیل کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو public debt کے نام سے آج اس قوم پر چھائی ہوئی ہے - جس نے ہماری growth کو، ہمارے بجٹ کو اور ہمارے resources کو کھا لیا ہے -آپ اس امر سے واقف ہیں کہ اس وقت ملک پر سات سو بیس بلین روپے کا قرضہ ہے جو آپ کی کل قومی دولت کا تقریباً 70 فی صد ہوجاتا ہے - اس میں ڈومیسٹک قرضہ آپ پر تقریباً چار سو تیس بلین کا ہے جس پر آپ اس وقت سالانہ سود کی جو ادائیگی کر رہے ہیں وہ پینتالیس چھیالیس بلین ہے - دوسرے الفاظ میں آپ کے بجٹ میں سب سے بڑا قرضہ آج تقریباً ستر بلین روپے کا ہے - بیرونی اور اندرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی آج defence سے زیادہ ہو گئی ہے - development سے زیادہ ہو گئی ہے administration سے زیادہ ہو گئی ہے اور ہم جس طرف بڑھ رہے ہیں وہ ایک bottom-less sink ہے ہمیں لازماً ایک راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو

کسی مقام پر اسے روکے - ورنہ آج نہیں تو کل دیوالیہ ہونے کے لئے یہ یقینی راستہ ہے - اس بنا پر اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ٹھہر کر سوچیں ، analyse کریں اور یہ دیکھیں کہ کس طرح ہم اس سے نجات پائیں گے - صحیح ہے ایک طرف حکومت نے وعدے کئے ہوئے ہیں لوگوں سے قرضے لئے ہوئے ہیں - ماضی کی حکومتوں کی یہ غلط پالیسی تھی کہ ایسے کاموں کے لئے انہوں نے قرضے لئے جو پیداواری نہیں تھے اور نتیجے کے طور پر ان سے حکومت میں ادائیگی کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی تھی اور یہ snow falling effect تھا جو 1982 ء سے لے کر آج تک جاری ہے اور تقریباً 9 سال میں ہم نے قوم کو قرضوں کے بھیانک غار میں دھکیل دیا ہے اب ہمیں اس سے نکلنا چاہیئے - ایک طرف ہمیں دیکھنا ہو گا کہ جو قرضے عام شہریوں نے لئے ہیں - غریبوں کے ہیں ، بیواؤں کے ہیں ، ایسے افراد کے ہیں جنہوں نے اپنی ساری عمر کی پونجی لگا دی ہے - تو وہ بے سہارا نہ ہوں - لیکن دوسری طرف یہ اصول کہ سود خور ساہوکار کو اس کا حق ملتا رہنا چاہیئے وہ توند اور فلش لیتا رہے اور پوری قوم اس کی قیمت ادا کرے -

میری نگاہ میں آپ کے ملک میں inflation کا پریشر پیدا کرنے میں بہت بڑا دخل ہے - یہ صورتحال ہے اس لئے یہ چار پانچ بنیادی فیصلے حکومت کو کرنے ہوں گے اور financial management کو درست کئے بغیر ، money supply کو کنٹرول کئے بغیر ، پیداواری صلاحیت کو بڑھائے بغیر ، ملک میں اشیاء اور خدمات کی availability کو بڑھائے بغیر ، خصوصیت سے ان سیکٹرز کو encouragement دیئے بغیر جن سیکٹرز میں زیادہ لوگ روزگار پا رہے ہیں جن میں کم وقت میں پیداوار رونما ہو جاتی ہے ، اصلاح احوال نہیں ہوسکتی - ٹیکنیکلی جن میں gestation period مختصر ہوتا ہے - جتنا gestation period مختصر ہو گا اتنا ہی آپ کے لئے ممکن ہو گا کہ آپ ملک میں اشیاء کی فراوانی پیدا کر سکیں اور اس میں زراعت اور cottage and small industry sector جسے informal sector بھی کہا جاتا ہے وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور جس کے ذریعے اس ملک کی آبادی کا بڑا حصہ اپنا روز گار حاصل کر رہا ہے - ان حصوں کواولین اہمیت دیئے بغیر اور debt کے بارے میں واضح پالیسی طے کر کے اور ایک ایسا راستہ اختیار کر کے جس کے ذریعے آپ بجٹ کو اور قوم کو اس بوجھ سے نجات دلا سکتے ہیں اور آپ حالات کو کنٹرول کر سکتے ہیں - میں یہ تمام باتیں پورے خلوص اور دلسوزی کے ساتھ اس جذبے سے عرض کر رہا ہوں کہ یہ حکومت کامیاب ہو ، جسے ہم کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں لیکن ہم حقائق پر پردہ نہیں ڈال سکتے - اگر آپ نے قیمتوں کو بڑھنے دیا اگر آپ نے ایک عام آدمی کی قوت خرید کو بڑھنے نہ دیا اگر آپ نے ایسے حالات پیدا نہ کئے جن کے نتیجے میں چند

سرمایہ دار نہیں ، چند بینکرز نہیں ، بلکہ اس ملک کا عام آدمی زندگی کی سہولتیں پا سکے تو پھر نہ آپ اپنے منشور کو پورا کر سکیں گے نہ آپ قوم کی توقعات پوری کر سکیں گے اور یہ آپ کے لئے سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے بڑا مہنگا سودا ہوگا ۔ اس لئے ہم آپ کو بروقت خبردار کرتے ہیں ۔ آپ کو مشورے دیتے ہیں کہ یہ وقت ہے کہ آپ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں ۔ عوام کو بھی اعتماد میں لیں ، ان کو educate بھی کریں ۔ ان کو بتائیں بھی کہ جہاں کہیں ہمیں کوئی adjustments کرنی پڑ رہی ہیں اس کی کیا وجوہ ہیں ۔ لیکن ساتھ ساتھ آپ یہ سمجھ لیں کہ محض الفاظ ، وعدوں اور شماریات کے گورکھ دھندے سے آپ عوام کو مطمئن نہیں کر سکتے ۔ آپ کو انہیں زندگی کی سہولتیں فراہم کرنا ہوں گی ۔ آپ کو وہ حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ وہ اپنی آمدنی میں ایک معقول زندگی گزار سکیں ۔ دوسری طرف آپ کو ان کے سامنے یہ مثال قائم کرنی ہو گی کہ اگر ہم تم سے قربانی مانگ رہے ہیں تو ہم بھی قربانی دے رہے ہیں اگر تم سے ہم سادہ زندگی کا مطالبہ کر رہے ہیں توہم بھی سادہ زندگی گزار رہے ہیں ۔ یہ وہ راستہ ہے جس سے آپ اس بحران کا مقابلہ کر سکتے ہیں ۔ ان خیالات کے ساتھ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس بحث کا آغاز کرنے کا موقع دیا ۔ شکریہ!

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب پروفیسر صاحب ؛ ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب ۔

Dr. Bisharat Elahi: Madam Chairman, the barometer of Government's measure, as far as the public is concerned, depend essentially on two things. (1), the stability of the price level in the country; (2), law and order situation in the country.

Let me begin by saying that I belong to the party in power but regretfully I would like to register that the Government has failed on both these counts and the tragedy, as I see it, is that they seem to be complacent, the price hike, Prof. Khurshid my colleague has just mentioned, is phenomenon. Prof. Khurshid has been very subdued and being a member of the IJI coalition perhaps wanted not to over emphasize but I must say that he has not even emphasized the gravity of the situation. Today, if you want Madam Chairman, I can quote the

figures of items of daily consumptions, say the prices in December last year and the prices today and the survey to which my colleague has referred to is in fact factual. I have very simple question to pose to the honourable Finance Minister through you Madam Chairman, that the average salary packet of 70% or perhaps 80% of a common Pakistani ranges even today between 1500 to 2500 rupees a month. I would like him to compute the figures for me and tell me how a person who earns his salary like this can sustain himself and his family and let me also had that an average family that I would like him to work upon should be not a very a big family, say husband and wife and let us say four children and perhaps one of the parents or both if they are alive and living with him. I just fail to understand as to how these people maintain themselves in Pakistan today.

The prices have arisen across the board of all the commodities that you think of. The price hike started with the increase in the prices of petroleum products and that increase was 41% as a consequence of the Gulf crisis. The Gulf crisis is over. The petroleum prices, I believe, have come back to the pre-Gulf crisis and what the government offered to the public was a decrease of 11% in these prices and somehow even this decrease has not been passed on to the common man. The fares in buses and other transport have remained static after the increase because the fares have not come back. Perhaps you, me and others, who buy petrol for their own cars, have got to pay 11% less than we paid when the price hike was 41% but it has had no impact on the common man who uses public transport. Well, yes, they justified, the public took it, they reduced; the public thought that might benefit them but nothing happened. After that we had a price increase again which is pant up by the government itself. It started of with an increase in electricity charges, enhancement of the

price of wheat. Yes, it will benefit the farmers but who pays for this and how have the public been compensated to pay for this increase. Now, if you see today and think of any item on the face of this earth except perhaps air and sun-light the prices have gone up. Clothes, fruit, vegetables, meat, poultry even *dals* have increased in price so substantially that most of them today are above Rs. 20/- a kilo. I cannot think of any *dal* today which is less than Rs. 20/- a kilo. Wheat, of course, and all the utilities except perhaps telephone which, I think, they have spared for the budget.

Now, I want to ask the Ministers or the Cabinet who are responsible for all this as to why these increases or these issues are not discussed in the Parliament before these price increases are being done. We have set bad precedents, we do legislation by Ordinances. Now, we are increasing the prices of every day utilities by executive orders. What is the purpose of the Parliament? What are we sitting here for? I would like the honourable Minister through you to tell us the mechanism by which they decide to increase the prices. As a consequence of the initiative taken by them the prices of everything including fans and airconditioners and think of whatever you like have gone up tremendously. But the airconditioners perhaps they need not be pushed those who can afford they will buy them. Moreover, even things like fans, ordinary fans, have gone up tremendously. I have figures here and if the honourable Minister wants them I would not like to waste the time of the House but I can give him the comparative figures of the prices of the essential commodities and utilities. Now, in six months ago, the poorman is in a miserable state. The poorman was miserable but now even a common man is in a miserable state. If they feel that they can get away with it I don't think they will be able to do it for long. I will not be surprised if

this price hike will not bring out the public gone to the streets because the two issues which hit most are both the issues which this government has failed to control and that is what I said in the very beginning -- law and order -- and this runaway price increase in the country.

Madam Chairman, Prof. Khurshid Sahib has already mentioned certain ways as to how to control the situation. I am afraid although I fully subscribe to what he has said but my past experience tells me that what we say in this House is a waste of breath. Nobody even bothers to take down notes or to invite the speaker or the person who has given suggestions to discuss things with him or her. It has never happened before. I am a layman, I do not call myself an economist. Prof. Khurshid is a technical man and I am sure they can benefit by his advice but by saying that we have burden on us, yes, they have burden, debt servicing collosal debts, they have all these problems. They cannot get away from the realities. Madam Chairman, I would not like to take any more time of this House but let me conclude by saying that the time is running out, if this government cannot contain I am not saying reverse, I am sure, they can't reverse but if this government cannot contain the situation, I doubt very much, if they can hold on to the public for long.

Thank you very much.

Madam Deputy Chairman: Mr. Jam Kararuddin.

Mr. Jam Kararuddin: Madam Chairman, I am thankful to you that you have given me a time and opportunity to air my views on this subject of price hike which is very essential and important so

far the common man is concerned.

Madam Chairman, the price hike has reached beyond the danger point. It is an ironical that whenever the prices of essential commodities or non-essential commodities show upward trend there is no likelihood of their coming down. Particularly in the month of Holy *Ramzan* the prices shoot up and they are being sold in the market at the rate of sky-hike. There is no mechanism or market discipline to control the commodities of daily use for a common man. The very principle of economics 'supply and demand' has been neglected and not applied and this is due to lapses and failures of our planners and programme-makers. The poorman, Madam today, is being sandwitched between the two wheels of dearness and lawlessness and, therefore, it is very much essential for the government because Pakistan is pre-dominently an agricultural country, 80% of the population thrive on agriculture, now to boost up the agriculture to produce more produce and to bring the prices down. The Government has not given any incentives particularly to the agricultural class and, therefore, the agricultural produce has gone down also. Therefore, at present, Madam, you will see the prices of petrol, prices of tractors, prices of its spare parts, the prices of inputs and outputs, the cost of insecticides and pesticides have gone up therefore, it is the duty of the Government to give incentives to the agricultural class and I am of this opinion that agriculturists who at least own 100 acres of land should be given permission to import a tractor free of any custom duty or other duties so that we may produce more agriculture produce. Besides that the Government should also open utility stores in every headquarter of Taluka so that the common man may be in a position to get some sort of relief under the present circumstances until and unless we produce agricultural produce and until and unless we work out a farm

mechanism, workable and viable to control inflation, the prices will go higher and higher with the passage of time. Besides that we have to revitalize the markets in Committees also, their performance is not satisfactory, therefore, my submission, Madam, before this House is to increase the productivity in the country so that common man have a sigh of relief. Thank you very much.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جام صاحب شکریہ - سید فصیح اقبال صاحب -

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین صاحب! میری تو دراصل اسی موضوع پر آٹھویں نمبر پر ایک تحریک تھی جیسے پروفیسر صاحب نے کہا تھا کہ صبح جو التوا کی تحریکیں تھیں وہ تو شاید آؤٹ آف آرڈر قرار دے دی گئی تھیں - بہرحال میں اپنے وزیر خزانہ صاحب کا مشکور ہوں انہوں نے اس پر بحث کو allow کرنے کے لئے پہلے بھی اپوز نہیں کیا تھا اور یہی سپرٹ ہونی چاہیئے - سب سے پہلے عام آدمی کی ضرورت ہے جیسے ہمارے پروفیسر صاحب اور ہمارے بھائی ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب نے کھل کر تمام ٹیکنیکل اور پیداواری چیزیں بتائیں - کوئی بھی حکومت ہو ہر جمہوری حکومت اور مہذب حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے عوام کو زندگی گزارنے کے لئے ضروری سہولتیں بہم پہنچائے - امن و امان کا مسئلہ بھی بعض علاقوں میں بہت خراب ہے بعض علاقوں میں قدرے بہتر ہے لیکن پورے ملک میں معمول کے مطابق نہیں ہے - جہاں تک قیمتوں میں اضافے کا مسئلہ ہے آج عوام کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے کوئی بھی آدمی پاکستان کے کسی بھی کونے میں ہو ، خواہ گوادر میں ہو خواہ پشاور میں ہو یا لاہور میں ہو اس کو اس بھیانک گرانی کے دیو نے گھیر رکھا ہے کیونکہ جس طرح سے پاکستان میں قیمتیں بڑھی ہیں اس سے پوری حکومت غیر سنجیدہ لگتی ہے - ایسا نہیں ہے کہ حکومت قیمتیں کم نہیں کر سکتی جیسے ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آپ وسائل بڑھا نہیں سکتے تو کم از کم contain تو کر سکتے ہیں - اس سلسلے میں ابھی تک کوئی اس قسم کی ہدایت پرائس کمیشن نے جاری نہیں کی جو وہ سبزی یا دالوں یا اس قسم کی ضروریات زندگی کے بارے میں جاری کرتا ہے اور جب آپ بازار میں جائیں تو دوگنی قیمت پر بازار میں چیزیں فروخت ہوتی ہیں لیکن آج تک کسی نے نوٹس نہیں لیا - یہ اس قسم کے فرسودہ محکمے ہو گئے ہیں کہ فائل کا پیٹ بھرا جاتا ہے - یہ قیمتیں ان کے پاس کراچی سے آ گئیں ، کوئٹہ سے آ گئیں لیکن ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا - میری استدعا ہے کہ جو بھی حکومت ہو کم از کم قیمتوں کے سلسلے میں وہ ریٹ لوگوں کو بتائے جو واقعی

بازار میں ہیں یعنی ہمارے ہاں profitability کا middle man کا بھی تصور ہے -
آپ دیکھئے بازار میں سبزی فروخت کرنے سے grower کو کچھ نہیں ملتا جیسے کہ ہمارے
جام صاحب نے کہا کہ بنیادی طور پر پاکستان ایک agricultural ملک ہے - جتنی زرعی
پیداوار ہیں مثلاً پھل ہیں ، سبزیاں ہیں ، بعض علاقوں میں ان کی کوئی قیمت نہیں ہے
صرف ٹرانسپورٹ کی وجہ سے ان کی قیمت لگتی ہے کیونکہ سڑکوں کی زبوں حالی ہے - میں
خود اپنے صوبے بلوچستان کا ذکر کروں گا - مستونگ کے آلو پیاز پچھلے دو سالوں میں کوئی لینے
والا نہیں تھا کوئی خریدنے والا نہیں تھا - وہ سڑ گئے اس لئے کہ ٹرانسپورٹ نہیں ہے اور
پاسکو نے ایسا نظام بنایا ہے کہ وہ بھی ایک بیوروکریسی کے چکر میں آ گئے ہیں - وہاں
خریدتے ہیں جہاں ان کو کمیشن ملتا ہے - اس فلور پر میں ریکارڈ میں لانا چاہتا ہوں کہ سابق
وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق نے کھل کر یہ بیان دیا تھا کہ پاکستان میں جو قرضوں کے
معاہدے ہوتے ہیں جو ایسے پراجیکٹ سائن ہوتے ہیں ان میں 40 بلین رشوت کے طور پر
جاتا ہے اور آج تک کسی بھی جمہوری حکومت نے اس کو چیلنج نہیں کیا ہے - پہلے نگران
حکومت آئی ہے پھر پی پی کی حکومت آئی تھی - اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا پیسہ
بلیک منی کے طور پر ہمارے ملک سے چلا جاتا ہے جس سے افراط زر بڑھتا ہے -اس لئے
روپیہ کی قیمت گر رہی ہے - ہمارا اپنا پیسہ عوام کے گاڑھے پسینے کا پیسہ دوسرے ملکوں
میں جمع ہے - کتنے افسوس کا مقام ہے اس وقت حکومت نے کچھ نئے فیصلے کئے ہیں اس
سے امید تو نظر آتی ہے لیکن آخر implementation تو انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے
جو کسی بھی جمہوری حکومت کو پسند نہیں کرتے ، کسی وقت بھی ایوان کی تنقید کا خیر مقدم
نہیں کرتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم حکومت کے خلاف بات کر رہے ہیں - میں یہ بتانا چاہتا
ہوں کہ 40 بلین اس طرح سے نکل جاتا ہے اور جتنے پاکستان میں پروجیکٹس بنے ہیں اور
ہمارے جو پلانرز ہیں انہوں نے اسلام آباد میں بیٹھ کر پلان بنایا ہے - انہوں نے صوبوں کی
ضروریات علاقوں کی ضروریات کبھی نظر میں نہیں رکھیں - ایک پروجیکٹ فورٹ سنڈیمن میں
بنتا ہے یا گوادر میں بنتا ہے تو وہاں کے عوام کی ترجیحات کیا ہیں ان کو معلوم نہیں - یہی
وجہ ہے کہ آپ کے 90 فیصد پروجیکٹس non productive ثابت ہوئے ہیں اور اب
پاکستان کے ہر آدمی کا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا ہے - میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی
جادوگر ہی پاکستان میں آئے تو بات بن سکتی ہے - جب پاکستان کا قیام ہوا تھا تو اس کے
پاس ایک بھی مل نہیں تھی اب 17 ملیں ہیں - میں سمجھتا ہوں ایسے شخص سے ان پلانرز
کو فائدہ اٹھانا چاہیئے - آخر وہ کیا ہے کہ وہ تو سترہ ہزار گنا ترقی پائے اور حکومت اپنی
credibility lose کرتی جائے کیونکہ پاکستان میں سرمایہ داروں کا بھی ایک طبقہ ہو گیا ہے
اسی طرح سے کئی vested intersts ہیں - خدا کا شکر ہے پچھلے دو سالوں میں ہماری کپاس

کی فصلیں اچھی ہوئی تھیں ، لوگوں نے اس کا کریڈٹ لینا چاہا لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تین سال کے بعد ایسا weather cycle آتا ہے کہ قیمتیں گر بھی جاتی ہیں - جیسے پچھلے سال ہمارا چاول نہیں بکا لہٰذا حکومت کو اس سلسلے میں ایسی پالیسی وانح کرنی چاہیئے جس میں عام آدی کا خیال رکھنا چاہیئے یعنی دو فیصد عوام کے لئے ایک ایسا طبقہ ہے جس کی آمدنی پانچ لاکھ روپے روزانہ ہے - ایسے بھی لوگ ہیں اور وہی ٹیکس نہیں دیتے لیکن جو بیچارہ salaried class ہے - غریب آدی ہے ، دنیا کے سرکاری افسران اس کے پیچھے پڑے ہیں - خوانچے والے پر ٹیکس لگانے کی تجویز ہے - دوکاندار پر ٹیکس لگانے کی تجویز ہے - ایک پھل فروش کے اوپر ٹیکس لگانے کی تجویز ہے - وہ لوگ جو اس ملک میں کالا دھن پیدا کرتے ہیں ان کو بالکل چھوٹ دی ہوئی ہے - یہی وجہ ہے کہ آپ کی مارکیٹ اکانوی اوپن ہونے کے باوجود بھی ملک میں اس طرح سے چیزوں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں - میں کہتا ہوں کہ آنے والا انقلاب ہی ہو گا جب حکومت کو ختم کرے گا -

دوسری چیز یہ ہے کہ جب ہمارے ملک میں یہ چیزیں بتائی جاتی ہیں کہ آئی ایم ایف کے کنٹرول میں بھی کچھ سجیکٹس ہیں حالانکہ ہمارا ملک خود مختار ملک ہے - میں سمجھتا ہوں کہ ہم کسی بھی ملک کے تابع نہیں ہیں لیکن ہوتا کیا ہے کہ جب بجٹ کا زمانہ آتا ہے تو اس قسم کی خبریں آتی ہیں کہ آئی ایم ایف کی ٹیم آئی ہوئی ہے ، ورلڈ بنک کی ٹیمیں آئی ہوئی ہیں اور وہ باقاعدہ واپڈا کے چیئرمین سے مل رہے ہیں کہ صاحب ، آپ اپنے نرخ بڑھائیں - اگر ان کو یہ اختیار ہے کہ گیس ، بجلی کے نرخ بڑھانے کے لئے وہ سفارش کریں تو پھر تنخواہیں بڑھانے کے لئے بھی انہی کی طرف سے سفارش ہونی چاہیئے - لیکن میرے خیال میں یہ کوئی مسلمہ اصول نہیں ہے کہ قیمتوں کی باتیں تو امریکہ اور یورپ کے حساب سے کرتے ہیں لیکن اجرتوں کی باتیں نہیں کرتے - اگر آپ اجرتوں کو دیکھیں تو آپ کے ملک میں worst wage structure ہے - آپ نے اگر 200 روپے تنخواہیں بڑھائی ہیں تو اس کے مقابلے میں چار سو روپے تک قیمتیں بڑھ گئی ہیں - آج اسلام آباد پاکستان کا تو کیا دنیا بھر کا ایک مہنگا ترین شہر ہے - یہاں کوئی ایک بیڈ روم کا مکان لے کر دکھائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس کا کرایہ کتنا ہے - لیکن جب آپ ایک سرکاری ملازم کو کہتے ہیں کہ آپ ڈیڑھ سو ماہوار کرایہ پر مکان لے لیں یا 200 پر مکان لے لیں تو یہ ممکن نہیں کیونکہ ایک کمرہ بھی کم از کم بارہ سو روپے میں ملتا ہے - اس لئے یہ بجٹ بنانے والوں کا فرض ہے کہ یہ کوئی ایسی بات کریں جو حقیقت پسندانہ ہو کم از کم اتنی تنخواہ ہو کہ کوئی آدی اس سے گزارہ کر لے - آپ فیملی کی بات کرتے ہیں ، یہاں ایک آدی کا گزارہ اتنی تنخواہ میں مشکل ہے - آج کا ہمارا معاشرہ اس بات کی اجازت

نہیں دیتا کہ ہمارے ہاں گھر کے سارے افراد کام کریں - ابھی تک ہم اس اسٹیج پر نہیں پہنچے - لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے اسلامی معاشرے میں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا - اب ماشاء اللہ یہ حکومت بھی ایک منشور کے تحت آئی ہے اور اس نے شریعت بل بھی پاس کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے - اس لئے اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ کوئی شخص بھی پاکستان میں بھوکا نہ سوئے - ورنہ ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس اسلامی نظام کو ہر حکومت اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتی رہی ہے - اگر آپ اسلامی نظام لا رہے ہیں تو اس میں تو بھوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - یہ ایسا نظام ہے کہ جس میں دینے والے ہوتے ہیں اور لینے والا کوئی نہیں ہوتا -

جناب والا! آپ 20 خاندانوں کی بات کرتے ہیں ، میں تو کہتا ہوں کہ اب 10 ہزار خاندان ہو گئے ہیں -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: 10 ہزار خاندان ہوگئے ہیں ذرا مختصر کریں -

سید فصیح اقبال: جناب چیئرمین صاحب! میں نے تو تحریک پیش کی ہے اس لئے مجھے بیس منٹ ملنے چاہیئیں ، یہ میرا مسئلہ ہے ، میں نے ابھی اور باتیں کرنی ہیں -

بات یہ ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ اس ملک میں جتنی حکومتیں 40 سال میں برسراقتدار آئی ہیں ان کا ہر وزیرخزانہ بجٹ پیش کرتے وقت ہمیشہ یہی کہتا رہا ہے کہ اتنا برا وقت کبھی نہیں آیا جتنا اب ہے ، یعنی کبھی اس نے یہ نہیں کہا کہ ہماری حالت اچھی ہے - جب کبھی ہم نے صوبائی منصوبوں کے لئے فنڈز کی بات کی تو ہر وزیر خزانہ نے یہی کہا کہ صاحب ، پیسے نہیں ، پیسے کہاں سے لائیں - میں نے دیکھا ہے کہ اسی ملک کے چیف ایگزیکٹو ، سی ایم ایل اے یا کسی ڈکٹیٹر نے جب کبھی کوئی اعلان کیا ہے تو ایسا اعلان کیا ہے کہ جس سے پیسے ضائع ہوئے ہیں ، اس کے لئے ٹیکس جو ہے یہ غریب

عوام دے رہے ہیں - لہٰذا ایسا طریقہ کار ہونا چاہیئے کہ کوئی چیز بھی پارلیمنٹ کو اعتماد میں لئے بغیر منظور نہ کی جائے - یہ جو ایس آر او کا سسٹم ہے یہ قرآن کی آیات نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ایڈمنسٹریٹو سسٹم ہے - اگر ملک کی قسمت کا فیصلہ چند افراد اپنی میٹنگوں میں کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں ضرور defect ہو گا - آپ کے پاس پارلیمنٹ ہے - صوبائی اسمبلیاں ہیں ، آپ ان لوگوں سے کیوں نہیں پوچھتے ، ابھی پچھلے کوئی 2 ماہ یہ نرخ کوئی بیس فیصدی بڑھے ہیں - اگر آپ حقائق کو دیکھیں تو وہ یہ ہیں کہ ایک صارف جب کسی پرچون فروش کے پاس جاتا ہے تو وہ اس سے پچاس فیصد منافع لیتا ہے یہ جو آپ گیارہ فیصد یا بارہ فیصد کی بات کرتے ہیں ، یہ کہیں نہیں ہے - ہمارے ہاں جتنی بھی پرائیویٹ کمپنیاں ہیں یہ multi-national ہیں - ان کے لئے تو ٹیکسوں میں چھوٹ دی جاتی ہے - اب آپ دواؤں کا حساب لگائیں کہ اگر ایک دوا چھ ماہ پہلے چار روپے کی ملتی تھی تو اب یہ چھ روپے میں ملتی ہے - لوگ تو اپنی جان بچانے کے لئے چھ کیا دس روپے بھی دیں گے - لیکن افسوس یہ ہے کہ اس سسٹم پر کوئی monitoring control نہیں ہے - صرف سٹیٹ بنک میں ایک پرائس کمیٹی ہے جو ایک سال میں ایک مرتبہ فیصلہ کرتی ہے لیکن اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہوتا کیونکہ پاکستان میں احتساب نہیں ہے - اب پہلی مرتبہ اس ملک میں احتساب کا سلسلہ شروع ہوا ہے لیکن یہ بھی سیاسی احتساب ہے - اس میں کسی افسر کا نام نہیں ہے - ان 20 ماہ میں غلط کاموں کی بھرمار ہوئی ہے ، تو کیا ان میں کسی جگہ بھی کوئی افسر ملوث نہیں ہے - کیا وہ سب معصوم ہیں اور گڑبڑ صرف سیاست دانوں نے کی ہے - آخر وجہ کیا ہے ------ میں کہتا ہوں کہ کسی پارٹی سے لگاؤ کے بغیر ملک میں ایسے نظام کی ضرورت ہے کہ جس کے تحت ہر ایک کے ساتھ انصاف ہو اور ہر ایک کا احتساب ہو - ایسے فیصلے یک طرفہ نہیں ہونے چاہیئں -

جناب والا! جہاں تک قیمتوں کا تعلق ہے ، میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ پاکستان کے غریب عوام پرجتنا بوجھ پڑا ہے اور ہمیشہ سے پڑتا رہا ہے ، اگر اسے روکا نہ گیا تو یہ چیز پاکستان کے اپنے وجود کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے - اب ہم جس نظام کی طرف جا رہے ہیں اس میں عوام کی فلاح ہے - ہم لوگ اس وقت اسلام کو

تعزیر سے ملا رہے ہیں - حالانکہ ایسا نہیں ہے ، اسلام میں بغیر انصاف کے سزا کا تصور ہی نہیں ہے - اس لئے قیمتوں اور لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں ہمیں ترجیحی طور پر توجہ دینی چاہیئے - یہ برائیاں جو پیدا ہوئی ہیں ، یہ اسی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں کہ اگر ایک عام آدمی صحیح طریقے سے زندگی نہیں گزار سکتا تو وہ برائیوں کے کئی راستے اختیار کرتا ہے - اب آپ دیکھئے کہ ہمارے ہاں ہیروئن کی سمگلنگ ہوتی ہے ، ہر حکومت نے اسے ایک سیاسی سٹنٹ کے طور پر استعمال کیا ہے ، اس جرم میں کبھی بھی کوئی بڑی مچھلی نہیں پکڑی گئی - اب اس میں پکڑا کون جاتا ہے - بے چارہ کیریئر - کیونکہ وہ اونٹ پر جا رہا تھا - اب اس کے پاس سے جو ہیروئن پکڑی گئی ہے اس کی قیمت بھی یورپ کے حساب سے لگائی جاتی ہے - ہونا تو یہ چاہیئے کہ اگر کوئی چیز پکڑی جاتی ہے تو اس کی قیمت یہاں کی مارکیٹ کے مطابق ہونی چاہیئے ------- (مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: یہ تو لاء اینڈ آرڈر کی بات آپ کر رہے ہیں آپ ذرا قیمتوں کے بارے میں بیان کریں -

سید فصیح اقبال: میں تو جناب! یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس سمگلنگ نے بھی ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے - آپ دیکھئے کہ ہمارے ہاں بناسپتی گھی اور چینی کی کتنی قیمت بڑھی ہے - لیکن 1962 - 1960ء میں ایوب خان کی حکومت میں چینی کی قیمت بڑھنے پر ایک احتجاج شروع ہوا - میں سمجھتا ہوں کہ ایوب خان کی حکومت کے زوال میں قیمتوں کا بھی بڑا دخل تھا - جہاں ایک سٹوڈنٹ تحریک چلی تھی وہاں چینی کی قیمت بڑھنے کا بھی تعلق تھا -

ایک معزز رکن: دو آنے قیمت بڑھی تھی -

سید فصیح اقبال : چاہے دو آنے بڑھی تھی لیکن بات یہ ہے کہ یہ ضروریات زندگی میں آتی ہے - لیکن اب تو تمام ضروریات زندگی کی قیمتیں ایسی بری طرح بڑھی ہیں

کہ حکومت ان کے مقابلے میں بے حس ہو کر رہ گئی ہے - اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ جیسے ہفتہ وار کیبنٹ میٹنگ ہوتی ہے اس میں قیمتوں کا مسئلہ بھی شامل رکھیں اور اس میں اپنے عوامی نمائندوں کو بھی شامل کریں - اس میں جو so-called expert ہوتے ہیں وہ بھی شامل ہوں تا کہ اس میں یہ فیصلہ ہو سکے کہ آخر یہ قیمتیں کیسے بڑھ رہی ہیں تا کہ ان کو ایک مقام پر رکھا جا سکے -

جناب والا! جہاں تک پاکستان میں salaried class کا تعلق ہے ، وہ تو اس مہنگائی میں بہت مجبور ہے - شہر میں ایک آدمی تین تین کام کرتا ہے لیکن پھر بھی وہ خوشحال زندگی نہیں گزار سکتا - اس کے برعکس جو غریب آدمی دیہات میں رہتے ہیں ان کا کیا حال ہے - میں آپ کے ذریعہ سے حکومت سے درخواست کرتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اس مسئلہ کا حل تلاش کرے تا کہ قیمتوں کو استحکام ملے - حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ کو اپنی priority میں رکھے - جناب والا! حکومت سازی جو ہے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ، لیکن اگر حکومت سے لوگ ہی خوش نہ ہوں تو آپ کس چیز پر حکومت کرتے ہیں - اس لئے غریب لوگوں کو اعتماد میں لیا جائے -

جناب والا! میرا خیال ہے کہ اب بجٹ میں بھی ٹیکس لگیں گے جس سے قیمتیں پچاس سے سو فیصد بڑھنے کا احتمال ہے اور نتیجۃً ملازم اس تنخواہ پر گزارہ نہیں کرسکیں گے - میں وزیر خزانہ صاحب سے جو کہ ہاؤس میں موجود ہیں کہتا ہوں کہ وہ کوئی ایسا mechanism اختیار کریں جس سے چیزوں کی قیمتوں میں استحکام پیدا ہو سکے - یہاں پاکستان میں دنیا کے ذہین لوگ موجود ہیں جو دنیا کی ہر چیز تو بنا لیتے ہیں لیکن کیا صرف قیمتوں کے اوپر ہی کوئی ایسی mechanism اختیار نہیں کی جا سکتی کہ جس سے یہ کنٹرول ہو سکیں - قیمتیں اس سطح پر رہنی چاہیئں جہاں عام آدمی سادہ اور باعزت زندگی گزار سکے - شکریہ !

میڈم ڈپٹی چیئرمین: فصیح صاحب ، جناب بہرہ ور سعید صاحب ،

اخونزادہ بہرہ ور سعید: جناب چیئرمین صاحبہ ، شکریہ! جناب والا! ویسے مجھے انگریزی پارلیمانی نظام میں یہ کہنا چاہیئے کہ سب ٹھیک ہے کیونکہ ہماری جماعت کی حکمرانی ہے اور میں چونکہ اس جماعت کا فرد ہوں اور مجھ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ میں یہ کہوں کہ کوئی مہنگائی شہنگائی نہیں ہے - کم از کم روح کی غذا تو ہمیں ان چھ ماہ میں باقاعدہ مل رہی

ہے - لیکن جناب پشتو میں ایک مثل مشہور ہے -

ترجمہ: کہ اے حکمران بادشاہ ، کوئی آپ کا ایسا بھی دوست تھا جس
نے آپ کو ٹوکا یا رلایا - یعنی سب نے یہی کہا ہے کہ واہ واہ ،
سبحان اللہ ، آپ نے کیا خوب فرمایا ہے -

میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس گروپ میں سے تعلق نہیں رکھتا ہوں کہ میں واہ واہ کہوں بلکہ اس گروپ سے تعلق رکھتا ہوں کہ حکمرانوں کو یہ بتاؤں کہ جناب صورتحال اس طرح کی نہیں ہے - سب ٹھیک نہیں ہے - جیل کے داروغہ کی آواز کی طرف جو پانچ بجے کے بعد قیدیوں کے بھاگنے کے باوجود آئی تھی کہ سب ٹھیک ہے ، میرے نزدیک یہ بات غلط ہے -

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ پچھلے چھ ماہ سے ہمیں روح کی غذا بڑی فراوانی سے ملتی رہی ہے - پانی کی تقسیم --- جو کہ بہت اچھا اقدام تھا - اسے بہت سراہا گیا اور اس پر ہم بہت خوش ہیں - اس گورنمنٹ نے بہت اچھا اقدام کیا ہے - اسی طرح محصولات کی تقسیم کی بات ہے - یہ بات بھی بہت ہی اچھی تھی پھر مختلف قوانین بنائے گئے - اس کے علاوہ انڈسٹریلائزیشن کی طرف توجہ دی گئی - پھر خودکفالت کا مسئلہ اٹھایا گیا اور پھر آخر میں شریعت بل پارلیمنٹ میں لایا گیا - یہ تمام چیزیں روح کی غذا ہیں - چھ مہینے تک توہم نے اس روح کی غذا سے گزارہ کرلیا لیکن جب ہم مارکیٹ میں سبزی فروش کی دکان پر یا آٹے کے بیوپاری کے پاس جاتے ہیں یا کسی تندور پر جاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو قیمتیں وہاں وصول کی جاتی ہیں اور حکومت کی طرف سے اخبارات میں جو قیمتیں شائع کی جاتی ہیں وہ باہم میل نہیں کھاتیں - پشاور میں تندور کا بڑا رواج ہے وہاں روٹی کی قیمت بارہ آنے سے ایک روپیہ ہو گئی جس کا وزن 2 ملی گرام ہے یا کیا ہے مجھے صحیح معلوم نہیں - میں یہ عرض کروں گا کہ اے پیارے حکومت والو! حالات بہت خراب ہو رہے ہیں - جب اس پیٹ کے حالات ٹھیک نہ ہوں پیٹ اگر کسی کا نہیں بھرتا اگر کوئی بھوکا رہتا ہے تو پھر وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے - یہ پیٹ' کا جو دوزخ ہے اس کا علاج ہونا چاہیئے اور اس کا علاج باتوں سے نہیں ہو گا - میں معافی کا خواستگار ہوں اگر یہاں کوئی مذہبی جماعت کا بندہ ہو لیکن اس شریعت بل کو ہم کھائیں گے نہیں ، یہ ہمیں کپڑا نہیں دے سکتا ، یہ ہمیں روٹی اور shelter نہیں دے سکتا - اس سے جتنے قوانین آپ وضع کریں گے یہ ہمیں کھانے پینے اور رہنے کی جگہ نہیں دے سکتے - ہمیں رہنے اور زندگی کے لئے وہ

چیزیں چاہیئیں جن کی جسم کو ضرورت ہے - دوا الگ چیز ہے پہلے تو اس کو دیکھیں کہ خوراک کا مسئلہ کہاں تک پہنچ گیا - پیاز اور آٹے کا کیا بھاؤ ہے - میں یہ پوچھتا ہوں کہ آٹا 50 روپے من کیسے بڑھ گیا - کیوں بڑھایا گیا - کس کی ضرورت تھی - کونسی قلت تھی - آئی ایم ایف نے یا ورلڈ بنک نے کہا یا امریکہ نے کہا ایسا نہیں چلے گا - حکومت صرف ٹی وی پر نہیں چلتی ، ریڈیو پر نہیں چلتی ، بلکہ عوام کو ضروریات زندگی مہیا کرنے سے چلے گی -

جناب والا! اس وقت حالات یہ ہیں جو کسی شاعر نے کہا

نہیں خوردنی کوئی شے دستیاب
سوال اب یہی ہے کہ کیا کھائیے

مجھے بڑا افسوس ہے دوسرا مصرعہ پڑھ کے

گرفت گرانی سے آزاد اب
ہوا رہ گئی ہے ہوا کھائیے

جناب حالات اب دن بدن دگرگوں ہو رہے ہیں - ہم خوش فہمی میں مبتلا ہیں - ٹھیک ہے بہت سے ایکٹ پاس ہوئے ہیں ، انڈسٹری کی پالیسی بھی ٹھیک ہے - جتنے بھی کمیشن مقرر ہوئے انہوں نے فیصلے بھی دیئے - کسی نے اقتصادی معاملات کے بارے میں فیصلے دیئے اور کسی نے کسی اور بارے میں فیصلے دیئے ٹھیک ہے لیکن اب خدا را عمل کرو، عمل کر کے دکھاؤ ، اس کو implement کر کے دکھاؤ - اب بہت پلاننگ ہو گئی ہے - ٹھیک ہے ہمارے پاس بہت سرمایہ ہے ، بہت زیادہ افرادی قوت ہے - ہمارے وسائل بہت زیادہ ہیں - پلاننگ بھی ہو گئی ہے - اب علمدرآمد کر کے دکھاؤ - ویسے کام نہیں چلے گا - جناب یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ ارد گرد کے لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں جب میں اپنے ضلع میں جاتا ہوں ، جب مجھے کسی شہر میں جانا ہوتا ہے ، کسی بازار میں جاتا ہوں ، دوستوں کی محفل میں جاتا ہوں تو مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ 6 نومبر سے پہلے بہت کچھ کہتے تھے اور پھر ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ہماری حکومت نہیں ہے - یہ ایک ملکہ کی یا مادر ملکہ کی حکومت ہے - ایک پرنس آف ویلز کی حکومت ہے اس واسطے ہمارا بس نہیں چلتا -اب تو آپ کی حکومت ہے - میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ بھائی خدا کے واسطے نہ ہم ادھر کے تھے نہ ادھر کے تھے - ہم تو پھر وہیں ہیں جہاں تھے اور انشاء اللہ رہیں

ہے - لیکن وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ پیاز اور آلو کو کیا ہوا؟ گوشت کی تو بات نہ کیجئے یہ تو اب تصور میں کھائیں گے - بھائیو ناراض نہ ہوں ، انڈسٹری پر سوچو! ٹریکٹر سستے کرو، اس کو subsidize کرو ، یہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن کبھی کیا آپ نے زرعی ٹیکس لگانے کا بھی سوچا ہے ، کیوں نہیں لگاتے؟ کس سے ڈرتے ہو ، کیوں ڈرتے ہو ----- اسلئے ----
(مداخلت)

میر سہراب خان کھوسو : پوائنٹ آف آرڈر - فاضل رکن نے زرعی ٹیکس کی بات کی ہے ، 70 فیصد آبادی کی حالت پہلے ہی دگرگوں ہے - کیا زرعی ٹیکس لگا کر ان کا اور بھی ستیا ناس کیا جائے گا - اس کی حالت سدھاری نہیں جا رہی اس لئے تو مہنگائی ہے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب کھوسو صاحب! اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا ہر ایک رکن کا حق ہے - جناب بہرہ ور سعید صاحب -

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب! میں گزارش کر رہا تھا میں جانتا ہوں اس ہاؤس میں اور لوئر ہاؤس میں اسی طبقے کی اکثریت ہے - سب جانتے ہیں - اس طبقے کا 70 فیصد آبادی سے کوئی تعلق نہیں ہے - یہ بالکل جھوٹ ہے ، فریب اور دھوکا ہے - چند آدمی ہیں جو ان مزدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں جو کھیت میں مزدوری کرتے ہیں ، جو کماتے ہیں اور محنت کر کے لاتے ہیں ان کی آبادی زیادہ ہے - وہ کہاں ہیں ان کے پاس کونسی سہولتیں ہیں پجارو میں کون جاتا ہے ، ہوائی جہازوں میں کون اڑتے ہیں - بڑے بڑے ہوٹلوں میں کون ٹھہرتے ہیں - کونسا کسان ، کونسا مزدور ، خدارا یہ باتیں چھوڑ دیجئے 70 فیصدی کو نہیں 7 فیصدی کو ملتا ہے - یہ اس ملک کی زمین خدا کی زمین ہے - اس کو خدا کے بندوں کے فائدے کے لئے استعمال کرنا چاہیئے نہ کہ چند لوگوں کے لئے ، اس واسطے جناب ایک تجویز یہ ہے کہ خدارا ذرا زرعی ٹیکس پر سوچیں اور جرات کریں اور لگائیے - ان وڈیروں سے ہم نے کچھ حاصل کرنا ہی ہے ------

ڈاکٹر بشارت الٰہی: پوائنٹ آف آرڈر -

Madam Deputy Chairman: Dr. Bisharat Elahi on a point of order.

Dr. Bisharat Elahi: I ask through you Madam Chairman, why does my colleague qualified as agricultural tax. It should be a tax on income. No matter what the source of income be, it should be taxable. ایگریکلچر ہو ، انڈسٹری ہو ، ایمپلائمنٹ ہو ۔ It should not be qualified as agricultural tax. Why is he emphasizing time and again that agricultural tax لگاؤ All incomes should be taxable.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب یہ ان کی سفارشات ہیں ان کو کہنے دیں ۔ جناب بہرہ ور سعید صاحب ۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: میں اپنے پڑوسی دوست سے اتفاق کرتا ہوں ۔ زرعی ٹیکس بھی لگائیے اور سب آمدنیوں پر لگائیے ، مجھے اس سے اتفاق ہے ۔ مگر زرعی آمدنی کو اس طرح نہ کرے بلکہ زراعت کو انڈسٹری declare کریں اس سے بڑا فائدہ ہو گا لیکن اس طرف بھی آپ سوچ لیجئے ، اس سے فائدہ کون اٹھاتا ہے اور اٹھا رہا ہے ۔ ہماری قیمتیں بڑھانے میں "را" "خاد" یا "سی آئی اے ، کا تو ہاتھ نہیں ہے لیکن سی آئی اے کا ہاتھ ضرور ہوگا ۔

یہ قیمتیں کیسے بڑھتی ہیں اس پر کنٹرول کیوں نہیں ہے ۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر محلے میں آپ subsidized shops بنائیے جہاں عوام کو اشیائے خوردنی subsidized rates پر مہیا ہوں ۔ یہ رواج و طریقہ اب بھی فلاحی مملکتوں میں مروج ہے اگر ہم واقعی فلاحی مملکت چاہتے ہیں تو آپ کو اس ملک کے رہنے والوں عوام کی طرف توجہ دینی چاہیئے ۔ اس کو subsidise کیجئے تا کہ لوگ باہر گلیوں میں نکلنے پر مجبور نہ ہوں ۔ پیٹ بہت خراب چیز ہے لوگ بھوک کی وجہ سے کیا کچھ نہیں کریں گے ۔ ہمارے تو ہاتھ صاف ہیں اور موجودہ پالیسی سے قیمتوں پر کنٹرول نہیں کیا جا رہا جیسے میرے دوست نے کہا contain کریں خدا کے لئے کسی طریقہ سے اسے contain کریں ، اپنے اخراجات میں کمی کیجئے ، مزید قرض کے حصول سے اجتناب کیجئے اور آئی ایم ایف کو اس مداخلت کی اجازت نہ دیجیئے کہ چونکہ وہ قرضہ دیتے ہیں اس لئے کہیں کہ بجلی مہنگی کر دو ۔ وہ قرضہ دیتے ہیں اس لئے کہیں کہ آٹا مہنگا کرو ۔ وہ قرضہ دیتے ہیں اس لئے پیاز کے بھاؤ بڑھا دو ۔ گیس کی قیمت بڑھاؤ ۔ گیس میرے ملک کی ہے ۔ اس کی قیمت بڑھتی ہے ۔ بجلی میں پیدا کرتا ہوں ، اس کی قیمت بڑھتی ہے ۔ وہی چیز ہے۔

ع نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب آپ ذرا وقت کا خیال رکھیں -

ڈاکٹر بشارت الٰہی: نماز کا وقت بھی ہونے والا ہے -

اخونزادہ بہرہ ور سعید: محترمہ آپ تو جانتی ہیں کہ میں بہت کم بولتا ہوں -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: میں ایوان کی رائے لے سکتی ہوں -

اخونزادہ بہرہ ور سعید: اگر آپ کہتی ہیں تو میں نہیں بولتا- میری اپنی حکومت ہے میں تو کہتا ہوں کہ یہ سب ٹھیک ہے - لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے - یہ بھی کہتے ہیں نہیں ہے - باہر عوام کہتے ہیں کہ نہیں ہے - وہ جو گیلری میں بیٹھے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ نہیں ہے - میں تو چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ حکومت پاکستان میں کم از کم پچاس سال حکومت کرے - آئی جے آئی نہیں مسلم لیگ کرے - لیکن کس طرح کرے - میری یہ دعا ہے میری یہ خواہش ہے میری یہ تمنا ہے - لیکن اس کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے- یہ آئی ایم ایف کا سودا میرے صاحب ان کی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں - قیمتیں بڑھانے والی بات نہ مانیئے - ان کے سامنے مزید surrender نہ کریں - بجلی کی قیمت مزید بڑھانے سے لوگوں کی کمر ٹوٹ جائے گی اور گیس کی قیمت بڑھانے سے بہت سے لوگ کمزور ہو جائیں گے - آٹا اور مہنگا نہ کیجئے - لوگوں نے کافی برداشت کیا ہے - اس کی کوئی وجہ آپ کے پاس نہیں - میں ہر گز نہیں مانتا کہ حکومت نے جو پچاس روپے اس کے بڑھائے ہیں اس کا کوئی جواز بھی ہے - سوائے اس کے کہ ایک لینڈ لارڈ کو خوش کیا -

جناب والا! میرے دوستوں نے یہ ذکر کیا کہ اس کا امن عامہ سے تعلق ہے اور ٹھیک ہے - جب انسان بیروزگار ہوتا ہے - جب انسان بھوکا ہوتا ہے - جب انسان کو صحیح طریقے سے اشیائے خوردنی یا ضروریات زندگی حاصل نہیں ہوتیں تو وہ ان کے حصول کے لئے ناجائز طریقے استعمال کرتا ہے - جس سے امن عامہ میں خلل واقع ہوتا ہے - سب سے بہتر چیز اقتصادی خوشحالی ہے - اس قوم کو اگر آپ نے اقتصادی خوشحالی دے دی یا ایسے

اقدامات کئے جن سے اقتصادی خوشحالی پیدا ہو تو آپ کی یہ پالیسی بڑی صحیح ہو گی - آپ خود انحصاری پر عمل کریں لیکن خود انحصاری پر عمل تب ہو گا جب آپ اس میں کچھ آگے بڑھیں گے - ایک ڈش کا کھانا تو صحیح ہے لیکن لوگوں کو تو ایک ڈش بھی نصیب نہیں ہے - جناب گھی کی انڈسٹری کو کیا ہوا - privatization سے کیا ہمیں فائدہ ہوا۔ گھی بازار سے غائب ہو گیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب - وقت کا خیال رکھیئے -

اخونزادہ بہرہ ور سعید : بس اذان ہونے والی ہے - اذان ہی فیصلہ کر دے گی - جناب اس گھی کے مسئلہ کو کیسے حل کریں گے - میں کل درگئی گیا - درگئی مل سے جو گھی نکلتا ہے ، وہ کس کو دیا جاتا ہے اور کیسے تقسیم کیا جاتا ہے - میں نے اسے دیکھا- بڑے بڑے مگر مچھ آگے بڑھے پندرہ پندرہ بیس بیس تیس تیس ٹین لے کر ٹرکوں میں ڈال لئے اور غائب ہو گئے - اسی طرح خیبر میں کئی گھی ملیں بند ہو گئیں - یہ جناب ایسی چیزیں ہیں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب آپ بیس منٹ بولے ہیں -

اخونزادہ بہرہ ور سعید: دس منٹ اور دے دیجئے -

میر سہراب خان کھوسو: دس منٹ اور دے دیجئے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: پھر آپ اپنا وقت دے دیجئے- میں آپ کو وقت نہیں دوں گی -

میر سہراب خان کھوسو: نہیں - میں اپنا وقت نہیں دوں گا -

اخونزادہ بہرہ ور سعید: سر تسلیم خم ہے - میں اتنا عرض کروں گا کہ اسے contain کرنے کی ضرورت ہے - میرے اور دوستوں نے جو تجاویز دی ہیں - وہ figures and facts میں بھی جانتا ہوں وہ میرے پاس پڑے ہوئے ہیں - میں انہیں پیش نہیں کرتا - پروفیسر صاحب نے پیش کر دیئے ہیں - لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ کمیشن والی

بات ذرا ملتوی کیجئے - عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے - بیروزگاری کی طرف توجہ دیجئے - مہنگائی کی طرف توجہ دیجئے - ایک کلاس کو خوش نہ کرنے کی طرف توجہ دیجئے - عوام کو خوش کرنے کی طرف توجہ دیجئے تا کہ ہمارے مسائل حل ہوں - شکریہ جناب !

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب بہرہ ور سعید صاحب اب میں ایوان کو نماز مغرب کے لئے ساڑھے سات بجے تک کے لئے ملتوی کرتی ہوں -

---

[The House adjourned for prayers]

[The House re-assembled after interval with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair]

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب سہراب خان کھوسہ صاحب ، تشریف نہیں رکھتے - جناب عبدالرحیم مندو خیل صاحب -

جناب عبدالرحیم خان: محترمہ چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ ملک میں گرانی اور مہنگائی کے حوالے سے جو اس وقت بڑھ رہی ہے ، اپنے خیالات کا اظہار کروں اور آپ کے سامنے اور اس ہاؤس کے سامنے اپنی پارٹی کا موقف پیش کروں -

جناب چیئرمین : اس وقت تک جن دوستوں نے مہنگائی کے حوالے سے بات کی ہے ----

میر عبدالجبار : پوائنٹ آف آرڈر ، میں اس تحریک کا محرک تھا ، اور مجھے موقع نہیں دیا جا رہا جب کہ یہ ایڈمٹ ہو چکی ہے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: یہ ایڈمٹ نہیں ہوئی ہے -

میر عبدالجبار: ہوئی ہے میں نے اپنی تحریک بعد دوپہر پڑھی تھی -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ نے پڑھی تھی لیکن یہ ایڈمٹ نہیں ہوئی - یہ بحث تو پروفیسر صاحب کی موشن پر ہو رہی ہے اور اس پر بحث کے لئے دوبارہ نام دینے تھے -

جناب حسن اے شیخ: دونوں ضم ہو گئی ہیں -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ہاں جی دونوں ضم ہو گئی ہیں لیکن پھر محرکین نے نام دینے تھے جی ----- (مداخلت)

Mr. Sartaj Aziz: Now, the discussion is going on another motion and not under adjournment motions.

Mr. Hasan A. Shaikh: We bring it to your notice that he had given his name. So, why should he......

(interruption)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نام نہیں دیئے ہیں جی ابھی دینے ہیں -

Mr. Sartaj Aziz: Now, it should be included.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اچھا جی اب نام شامل کر دیں - جی عبدالرحیم خان صاحب -

جناب عبدالرحیم خان: جی میں عرض کر رہا تھا کہ مہنگائی اور گرانی کے حوالے سے بات کرنے کا آپ نے موقع دیا - اس پر میں مشکور ہوں - اس وقت گرانی اور مہنگائی کے حوالے سے جو معروضات معزز اراکین نے ایوان میں پیش کی ہیں - میں ان کی تفصیلات

میں نہیں جاؤں گا - میں صرف اتنا کہوں گا کہ میں ان کی مکمل تائید کرتا ہوں - مجموعی طور پر مہنگائی تمام بنیادی ضروریات زندگی پر 15 فیصد سے لے کر 40 فیصد تک بڑھ گئی ہے جو گیس ، بجلی ، گندم ، گھی وغیرہ پر 40 فیصد تک ہے - اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا - اس وقت ملک میں موجودہ گرانی سے بے چینی پائی جاتی ہے - تمام معزز ارکان نے اخبارات میں پڑھا ہے اور لوگوں کو علم ہے - اسی حوالے سے ہڑتالیں بھی ہو رہی ہیں اور یہاں اسلام آباد راولپنڈی میں تو چند دن پہلے کلرکوں کی ہڑتال اور مظاہرہ بھی ہوا تھا جن کے ساتھ دوسرے مختلف پیشوں کے لوگ بھی شامل تھے -

موجودہ حکومت کے دور میں تو بالخصوص مہنگائی بڑھی ہے - اسکے دو پہلو ہیں - کیا ہم اسکا علاج کر سکتے ہیں لیکن جو ہم نے نظام معیشت بنایا ہے اسکے تحت ہم اسکا علاج نہیں کر سکتے ہیں - معیشت کے حالات ایسے رکھے گئے ہیں کہ ہم مقروض ہیں - ہمارا ملک سالوں سے مقروض ہے اور اب اس سٹیج پر پہنچ گیا ہے کہ ہم قرضہ ادا کرنے کے قابل نہیں - ہم دنیا کے ممالک کی اس فہرست میں شامل ہیں جو اپنا قرضہ ادا نہیں کرسکتے - ہم اس قرضے کا سود ادا نہیں کرسکتے - باقی مہنگائی، ہمارا نظام معیشت اور لاقانونیت کے مسائل یہ inter related ہیں -

اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ہمیں ہر سال آئی ایم ایف ورلڈ بینک اور دوسرے جو ادارے ہمیں قرض دیتے ہیں ان کے آگے مجبور ہونا پڑتا ہے - ہر اچھی گورنمنٹ جب یہ دعویٰ کرتی ہے کہ پیرس یا کنسورشیم سے ہمیں قرضے کی منظوری ملے تو تعریفیں شروع کر دیتے ہیں اور یہ سب سے بڑی کوالیفیکشن ہے چاہے کوئی بھی حکومت ہو کم از کم یہ معیار کسی بھی حکومت کے نظام معیشت کے لئے اچھا نہیں ہے اور اس پر انحصار نہیں کیا جانا چاہیئے اور نہ ہی اس میں مستقبل کے مسائل کا حل ہے - مزید یہ بھی واضح ہے کہ آئی ایم ایف ، یو ایس ایڈ اور دوسرے اداروں نے باقاعدہ حکومت پر دباؤ ڈالا کہ مختلف اشیاء کی قیمتیں بڑھا دیں - خلیج کا مسئلہ تو ایک بہانہ ہے ورنہ انہوں نے تو خواہ مخواہ چیزوں کی قیمتیں بڑھانا تھیں - اسی طرح گندم کا معاملہ ہے پہلے گندم پر سبسڈی ملا کرتی تھی۔ حکومت کاشتکار یا زمیندار کو باقاعدہ سبسڈی دیا کرتی تھی - اب جبکہ سبسڈی قدم بہ قدم واپس لے رہے ہیں - جسکی ابتداء -/50 روپے فی بوری بڑھا کر کی اور مزید بڑھا رہے ہیں - اور اب ہم پھنس گئے ہیں اور مسلسل مہنگائی بڑھ رہی ہے - ہماری جو بھی حکومت ہو وہ بنیادی مسئلوں کو حل کرنے کی بجائے stunts پر زور دیا کرتی ہے اور عام لوگوں کی توجہ مسائل سے ہٹا دیتی ہے -

یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ حکومت نے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں - پانی کا مسئلہ حل کیا ہے - لیکن ہم یہاں صاف کہتے ہیں کہ پانی کا مسئلہ حل نہیں ہوا بلکہ پانی کا مسئلہ اب شروع ہوا ہے - جو پانی مشرقی پشتونخواہ ، انگریزوں کے وقت میں جس کا نام صوبہ سرحد تھا اور ہمارے آئین میں اسکا نام صوبہ سرحد ہے - دریائے سندھ ، دریائے سوات اور دریائے کابل کا پانی تقریباً 115 ایکٹر فٹ کا پانی ہے ------

سید عباس شاہ: پوائنٹ آف آرڈر میڈم چیئرپرسن -

Madam Deputy Chairman: Syed Abbas Shah on a point of order.

Syed Abbas Shah: There is no place as Pushtoonkhwa. I am a proud Frontier man.

Madam Deputy Chairman: This is no point of order. Abdur Rahim Mandokhel Sahib, please carry on.

جناب عبدالرحیم خان: جناب والا ! یہ پشتونخواہ ہسٹری کا نام ہے ٹھیک ہے NWFP ہمیں انگریز نے نام دیا ہے یا اب ہمارا یہ آئینی نام ہے لیکن پشتونخواہ ہمارا اپنا نام ہے اس سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا کہ میں کہوں کہ پختون اور پختونخواہ -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: مندوخیل صاحب آپ ذرا زیادہ قیمتوں پر concentrate کریں تو اچھا ہے -

جناب عبدالرحیم خان: کروں گا لیکن ہمارے تمام مسائل و مشکلات بنیادی معاشی و سیاسی فیصلوں سے منسلک ہیں تو اس حوالے سے یہاں باتیں کی جا رہی ہیں -----

میر سہراب خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر - جناب ہم NWFP کو سرحد ہی کہنا پسند کرتے ہیں اور ہمیں بلوچستان والوں کو پشتون نہیں کہنا چاہیئے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب کھوسہ صاحب یہاں ہر آدمی کا اپنا خیال ہے - آپ تشریف رکھیں - جی مندوخیل صاحب - پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا -

جناب عبدالرحیم خان: یہ پانی کا جو مسئلہ ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پانی غصب کیا گیا ہے - پانی کا مسئلہ حل نہیں ہوا ہے - یہ مسئلہ بہرصورت آگے آئے گا - مہنگائی کے بارے میں ہماری تجویز ہے کہ ورلڈ فنانس کے جو ادارے ہمیں قرضے دیتے ہیں انہوں نے ہماری معیشت کو دم چھلا بنایا ہے ، اصل مسئلہ یہ ہے - ان اداروں کو resist کرنا چاہیئے ورنہ وہ ہماری تمام معیشت کو دم چھلا بنا رہے ہیں اور اب ہماری معیشت دم چھلا ہے اور ---- (مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب مندوخیل صاحب آپ ذرا پارلیمانی زبان کی طرف آئیں کیونکہ معزز ممبر کے ساتھ ایسے الفاظ مناسب نہیں لگتے ----

جناب عبدالرحیم خان: Sorry جناب - بہرحال مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ، یہاں ہماری معیشت کی بنیادی خرابی یہ ہے کہ جو بھی ہم دوا کرتے ہیں اتنی ہی وہ بیماری آگے بڑھتی ہے - ابھی جو بھی آپ administrative remedy کریں گے -بنیادی طور پر ہماری معیشت، میں وہی لفظ استعمال کروں گا، اگر پارلیمانی ہے ،appendage ہے - اس حوالے سے آپ کبھی بھی اس سے بچ نہیں سکتے - ہماری تجویز یہ ہے کہ ان اداروں کی international یا multi-national بلکہ میں تو کہوں گا یہ مختلف imperialist قوتوں کے جو مشترک ادارے ہیں ان کو resist کیا جائے - میں بہرہ ور سعید صاحب کی حمایت کروں گا کہ فوری طور پر سبسڈی کا ایسا انتظام کیا جائے جس سے ہماری بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں ، یہ جو ابھی سبسڈی واپس لے رہے ہیں اور اس کے لئے مختلف بہانے ہو رہے ہیں جو ایک خطرناک عمل ہے - اسی طرح ہم سیاسی حکومت کے حوالے سے عرض کریں گے - کہ اگر ایک کمیشن پر دوسرا کمیشن بٹھایا جائے یا ایک حکمران پر دوسرا حکمران نگرانی کے لئے مقرر کیا جائے تو اس سے سوائے اس کے کہ اخراجات میں اضافہ ہو کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا - جب تک پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلی کے سامنے جوابدہی نہ ہو ، ہمارے ان امراض کا کوئی اور علاج نہیں ہے - جو بھی پالیسیاں بنیں وہ جب تک پارلیمنٹ یا قانون ساز اداروں میں نہ بنیں اور صرف مختلف اداروں میں ماہرین کے نام سے کوئی اور بنائے تو اس سے مسائل حل نہیں ہوں گے -

ایک اہم مسئلہ جو ابھی آگے آ رہا ہے اس کا بڑا یہاں ڈھنڈورا بھی پیٹا جا رہا ہے کہ ہم de-nationalization کر رہے ہیں - privatization کر رہے ہیں - ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ industrialization کریں - یہ ہماری غلطی تھی - میں اس لفظ کی تکرار کروں گا کہ ہم نے اپنی معیشت کو appendage بنایا اس لئے industrialization نہیں کرسکے - اب یہ پالیسی صحیح ہے کہ ہم industrialization کریں - لیکن ہم نے جو پہلی ہی انڈسٹری بنائی ہے وہ ہماری ملکی دولت ہے - establishments ہیں - ان میں ہمارے لاکھوں لوگ کام کر رہے ہیں - مزدوری کر رہے ہیں -

جناب حسن اے شیخ: پوائنٹ آف آرڈر -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب حسن اے شیخ صاحب -

Mr. Hasan A. Shaikh: I beg to the honourable Member to confine himself to the motion before the House and not to deal with other matters.

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب عبدالرحیم صاحب -

جناب عبدالرحیم خان: صحیح ہے لیکن مسئلہ مہنگائی کا ہے اور مہنگائی کی کچھ بنیادیں ہیں اور ان بنیادوں کے لئے اوپر سے کسی انتظامی حکم سے آپ جب تک بنیادی معاشی پالیسی صحیح نہ بنائیں آپ کبھی بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کرسکتے - اس حوالے سے جب آپ کہتے ہیں کہ ہمیں industrialization کرنی ہے اور industrialization کے لئے کروڑوں اربوں کی جو پراپرٹی ہم نے چالیس برسوں میں بنائی ہے اور اس کے ذریعے employment بڑھی ہے - آپ اب اونے پونے اسے فروخت کر رہے ہیں - یہ آئی ایم ایف نے ایک شرط لگائی ہے کہ پبلک پراپرٹی کو پرائیویٹ لوگوں کے حوالے کیا جائے اور حکومت نے اسے پرائیویٹ لوگوں کے حوالے کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے - جب آپ اسے فروخت کریں گے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا -ایک یہ ہوگا کہ ہماری پبلک پراپرٹی فروخت ہوگی - دوسرا یہ ہوگا کہ جو لوگ ہماری پراپرٹی کو لیں گے یعنی خریدیں گے - وہ ہمارے لاکھوں افراد کو بیروزگار کریں گے - اب بھی آپ دیکھئے اس ملک میں بیروزگاری کا مسئلہ ایسا سادہ مسئلہ نہیں ہے - جب بیروزگاری آئے گی تو یہ مہنگائی اس سے بھی زیادہ

ہوگی - فرض کیجیئے میرے پاس سو روپیہ ہے - میں employed ہوں اور مہنگائی بیس فیصد ہے یہ ایک سو بیس روپیہ ہوگیا - ہو سکتا ہے میں اپنا بجٹ کم کردوں اور ایسے حالات پیدا کردوں کہ اپنے سو روپیہ سے کام چلاؤں - لیکن اگر میں بیروزگار ہو جاؤں اور میرے پاس سو روپیہ کی بجائے کچھ نہ ہو پھر میں کیا کروں گا - میرے خیال میں اگر میں صحیح ہوں تو تیس ملین لوگ حکومت کے مختلف محکموں میں ملازم ہیں - اگر میں اس میں صحیح نہ ہوں تو کوئی میری اصلاح کرے - لیکن ایک خاص تعداد ہے - اب اسے جب آپ denationalization کریں گے تو ایک تو وہی پرانا طریقہ ہے کہ جو بھی پراپرٹی ہوگی وہ ان سرمایہ داروں اور اپر کلاسز والوں کو آپ قرضہ پر دیں گے اور پھر وہ قرضہ معاف کر دیں گے - آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ خزانہ بھی خالی ہو جائے گا اور پبلک پراپرٹی بھی فروخت ہو جائے گی - لاکھوں انسان بیروزگار ہو جائیں گے -

ہم یہ عرض کر رہے ہیں کہ آپ مہربانی کریں - طویل المیعاد اور قلیل المیعاد ایسی پالیسیاں بنائیں - short term کے لئے یہ پالیسی ہو کہ subsidy کو withdraw نہ کریں - دوسرے حوالے سے آپ آئی ایم ایف کو resist کریں - کیونکہ جب آپ resist نہیں کریں گے تو آپ مزید قرضے میں پھنسیں گے - قرض واپس دینے کے حوالے سے بھی آپ ایک پالیسی بنائیں - یہاں دوستوں نے صحیح بات کی - بعض اوقات یہ انقلاب ایسے آتے ہیں کہ جب یہ مہنگائی زیادہ ہو گی اور لاکھوں لوگ بھوکے ہوں گے تو اس سسٹم پر حملہ ہوگا اس کا ایک ردعمل ہوگا! بیروزگاری کے مسئلہ کو بھی ختم کریں اور ایک خاص بات یہ ہے کہ کچھ مرکزی پالیسیاں ایسی ہیں - مثلاً ابھی یہاں دوستوں نے بھی کہا - فصیح اقبال صاحب نے فرمایا کہ کوئٹہ میں پیاز اور سیبوں کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں - لیکن یہاں پالیسی ساز ایسے بیٹھے ہوئے ہیں کہ سیب جو کوئٹہ کی سب سے بہترین پیداوار ہے اس کی بجائے اسے ایران سے درآمد کیا جا رہا ہے - کیوں - ایران سے سیب درآمد کرنے کی پالیسی کس نے بنائی- کیوں بنائی - پیاز ہماری پیداوار ہے - لیکن یہ انڈیا سے درآمد ہو رہا ہے - کیوں - یہ کیسی پالیسیاں ہیں - ہماری عرض یہ ہے کہ اپنی پیداوار کے لئے ایسی پالیسی بنائی جائے بلکہ میں یہ لفظ استعمال کروں گا کہ اپنی پیداوار کو تحفظ دیا جائے - ہوسکتا ہے کہ یہاں لوگوں کا مطالبہ یہ ہو کہ پروٹیکشن نہ ہو بلکہ فری مارکیٹ ہو- یہ بات ہو وہ بات ہو - ہوسکتا ہے ان کے کچھ دلائل ہوں - لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہمارا ملک پسماندہ ہے اور ہمارے ملک کو دوسروں کا ضمیمہ بنایا گیا ہے - اس حوالے سے ہمارے ملک کی معیشت کو پروٹیکشن دی جائے- مثلاً ہم جو غریب لوگ ہیں - پشتون ہیں ، بلوچ ہیں - سندھی ہیں - اس بات پر معافی چاہتے ہیں لیکن ہم زیادہ غریب ہیں - ہم زیادہ exploited ہیں - ہماری معیشت کو پروٹیکشن

دی جائے- پھر ہم productivity بڑھا سکتے ہیں جیسا کہ پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ productivity کے مطابق wages دینا یہ انصاف کا تقاضا ہے - لیکن یہ جو دوسری پالیسیاں industrialization کے شوق میں ہم بنا رہے ہیں اور جو کچھ ہماری دولت ہے جو کچھ ہماری پروڈکشن ہے اسے ہم ختم کر رہے ہیں - اس کی وجہ سے بڑی تیزی سے ہم تباہ ہو رہے ہیں -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب عبدالرحیم مندوخیل صاحب - جناب میر سہراب خان کھوسو صاحب -

سید فصیح اقبال: پوائنٹ آف آرڈر ، چیئرمین صاحبہ ! سندک پروجیکٹ پر بھی ہماری ایک موشن تھی -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: فصیح صاحب میرے خیال میں یہ بھی بہت اہم ہے -

سید فصیح اقبال: کیا اسے پھر آپ دوسرے دن رکھیں گی - کیونکہ یہ بھی اہم مسئلہ تھا - یہ تین چار ہفتے سے چل رہا ہے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: یہ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر لیں گے اگر میرٹ پر آئی- جناب میر سہراب خان کھوسو صاحب -

میر سہراب خان کھوسو: چیئرمین صاحبہ! آج تو سینیٹ میں تجاویز پیش کرنا اور بولنا وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ موجودہ گورنمنٹ تو ہمیں ساتھ لے کر نہیں چل رہی - ہم پہلے پی پی کے دنوں میں اچھے تھے کیونکہ ہمارا اپوزیشن کا کوئی کردار تو تھا لیکن اپنی حکومت ہوتے ہوئے وہ ہمیں ساتھ لے کر نہیں چل رہی ہے - بڑے افسوس کی بات ہے - بہرحال قیمتوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ بات کرنی ہے - اسلامی طرز حکومت میں دو چیزیں مقدم ہوتی ہیں یہ اسلامی طرز حکومت ہے بھی یا نہیں اگرچہ شریعت بل تو نیشنل اسمبلی سے پاس ہو چکا ہے -

سب سے پہلی چیز امن و امان ہے - امن و امان کی حالت دن بدن ملک میں بگڑتی جا رہی ہے خاص کر سندھ میں - سندھ میں تو خانہ جنگی کی سی صورت حال ہے -

جس کا اثر پورے ملک پر پڑ رہا ہے - قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں - خاص طور پر اس کا اثر زراعت پیشہ افراد پر پڑ رہا ہے جو کہ ملک کی آبادی کا 75 فیصدی حصہ ہیں - کھاد ، ٹریکٹر ، بجلی ، گیس ، کیڑے مار دواوں کی قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں - مثال کے طور پر بیلارس ٹریکٹر کی قیمت 1967 میں دس ہزار روپے تھی - اب دو لاکھ روپے ہے - فیئٹ ٹریکٹر کی قیمت پندرہ ہزار روپے تھی اب تین لاکھ روپے ہے لیکن جس طرح یہ قیمتیں بڑھی ہیں جو زرعی پیداوار کی قیمتیں اس حساب سے نہیں بڑھیں- ظاہر ہے کاشتکار زمیندار اتنا انوسٹ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو واپسی میں اتنا نہیں ملتا یعنی پیداوار کی قیمت اتنی نہیں ملتی اور جب چیزیں کم ہوں گی تو دکاندار ان کی بلیک مارکیٹنگ کریں گے اور قیمتیں بڑھائیں گے حالانکہ زمیندار اورکاشتکار کو نہایت ہی کم قیمتیں مل رہی ہیں- گزارش یہ ہے کہ ٹریکٹروں ، کھاد، کیڑے مار دوائیں اور بجلی وغیرہ کی قیمتیں بہت ہی کم رکھی جائیں تاکہ پیداوار بڑھائی جا سکے -

تیل کی قیمتیں عالمی منڈی میں بہت ہی کم ہو چکی ہیں- خلیج کے بحران سے پہلے سے بھی قیمتیں کم ہیں- وزیر اعظم صاحب نے وعدہ فرمایا تھا کہ جیسے ہی عالمی منڈی میں قیمتیں کم ہوں گی اسی طرح قیمتیں کم رکھی جائیں گی لیکن صرف گیارہ فیصدی کم ہوئیں- ٹرانسپورٹ میں تیل استعمال ہوتا ہے - ٹریکٹر اور ڈیزل انجن وغیرہ بھی تیل سے چلتے ہیں لیکن یہ قیمتیں کیوں اتنی زیادہ ہیں جبکہ عالمی منڈی میں قیمتوں کا رجحان روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے - اس بارے میں حکومت نے ابھی تک محض دلاسہ دیا ہے - دلاسہ کا مطلب یہ ہے کہ ابھی صرف گیارہ فیصدی قیمتیں کم کی ہیں - ہماری گزارش ہے کہ جس طرح وزیراعظم صاحب نے وعدہ فرمایا تھا 60 فیصدی قیمتیں کم کرنے کا کیونکہ انہوں نے 60 فیصدی قیمتیں بڑھائی تھیں وہ فوری طور پر اپنا وعدہ پورا کریں تاکہ اجناس وافر مقدار میں پیدا کی جا سکیں - سبزیاں وافر مقدار میں پیدا ہوں اور بازار میں آئیں تو قیمتیں کم ہوں شکریہ !

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ ! جناب کھوسو صاحب ، میر عبدالجبار صاحب -

میر عبدالجبار: محترمہ چیئرمین صاحبہ ! میں آپ کا از حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا - اس موضوع پر مجھ سے قبل فاضل ممبر حضرات نے اتنا کچھ ارشاد فرمایا ہے، اتنے عالمانہ طریقے سے اپنی تقریروں کو سمیٹا ہے کہ اب میرے لئے میں سمجھتا ہوں کوئی مزید گنجائش نہیں رہی کہ میں اس پر مزید کچھ کہہ سکوں - تاہم میں چاہوں گا کہ اس معزز ایوان میں اپنے ناقص خیالات کا مختصراً اظہار کر سکوں-

محترمہ چیئرمین صاحب ! دو طرح کی گرانی ہوئی ہے - ایک گرانی کو میں قدرتی یا حقیقی گرانی کہوں گا جو افراط زر پیداوار کی کمی اور ناگہانی آفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری مہنگائی جسے میں مصنوعی مہنگائی کا نام دوں گا وہ ایک مخصوص مفاد پرست طبقہ پیدا کرتا ہے جو اشیاء کی ذخیرہ اندوزی اپنی منافع خوری کے لئے کرتا ہے چنانچہ ہر دو طرح کی گرانی پر ہماری حکومت ہنوز قابو پانے سے قاصر رہی ہے۔ حقیقی مہنگائی کو ختم کرنے کے لئے مؤثر اور ٹھوس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔حکومت کو چاہئیے کہ وہ مؤثر اور ٹھوس منصوبہ بندی کرے جبکہ مصنوعی گرانی کو ختم کرنے کے لئے حکومت کو ملک کے مروجہ قوانین کے مطابق سختی سے کارروائی کرنی چاہیئے - ان اشخاص کے خلاف جو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں ان کو مثالی سزا دینی چاہیئے - نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ماضی کی حکومتوں کی طرح موجودہ حکومت بھی دونوں طرح کی مہنگائی پر قابو پانے کے لئے نہ صرف ناکام رہی ہے بلکہ اسکے اضافے میں معاون اور ممد ثابت ہوئی ہے - میں یہ کہنے میں عار قطعاً محسوس نہیں کروں گا کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی بھی صورت میں کچھ نہیں ہو رہا - پچھلے 6 مہینوں کے میرے پاس اعداد و شمار ہیں جن کے بارے میں معزز رکن جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اشیائے خوردنی اور اشیائے صرف میں 40 فیصدی ریکارڈ اضافہ ہوا ہے مگر حکومت کی جانب سے کوئی دھیان نہیں دیا جا رہا -

جناب چیئرمین صاحب! یہ بہت ہی خوش آئند اور اچھی بات ہے کہ ہماری حکومت نے بیرونی قرضوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اور بیرونی امداد سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے خودانحصاری کی پالیسی متعارف کرائی ہے یہ نہایت ہی خوش آئند اقدام ہے - میں سمجھتا ہوں اگر اس پالیسی، جسے ہم خود انحصاری کی پالیسی کہتے ہیں، کے لئے اس طرح منصوبہ بندی کی جائے اور ایسے اقدام کئے جائیں کہ عام آدمی جو مہنگائی کے بوجھ تلے پس رہا ہے مزید پسنے سے بچ جائے یہ منصوبہ بندی کرنا اور اس کے لئے یہ مؤثر اقدامات کرنا حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلے کو زیادہ اہمیت دے کیونکہ یہ قومی اہمیت کا مسئلہ ہے - میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ اس وقت حکومت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے غیرترقیاتی اور بے مقصد اخراجات پر کنٹرول کرے - سرکاری لوگوں کے غیر ضروری غیر ملکی دوروں اور بے مقصد کانفرنسوں اور بے مقصد سیمیناروں پر قومی دولت کے ضیاع کو روکے لیکن اس کی بجائے ارباب حکومت نئی نئی لگژری گاڑیاں خرید رہے ہیں جس سے کہ عام آدمی پر بوجھ پڑ رہا ہے - میرے پاس ایک اداریہ ہے جو 16 مئی 1991ء کے روزنامہ " جنگ " راولپنڈی میں چھپا ہے اگر اجازت ہو تو میں اس ایوان میں پڑھ کر سناؤں - اس اداریہ کا عنوان ہے "

" لگژری گاڑیاں اور خودانحصاری " ایک خبر کے مطابق حکومت نے تین بی ایم ڈبلیو گاڑیوں سمیت 25 لگژری گاڑیاں منگوائی ہیں جن میں سے اکثر گاڑیاں وزیراعظم کی لاہور کی آمد کے دوران ان کے ذاتی سکواڈ کے لئے استعمال ہوں گی- یہ گاڑیاں بغیر ڈیوٹی ادا کئے لائی گئی ہیں - تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو وزیراعظم صاحب غیر ملکی امداد کی بندش کے بعد قوم اور ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے خودانحصاری کی تلقین فرما رہے ہیں اور دوسری طرف خود وزیراعظم صاحب ہی کے صوبائی دارالحکومت میں چند گھنٹوں کی آمد کا تاثر دے کر لگژری گاڑیاں اور بی ایم ڈبلیو جیسی گراں قیمت گاڑیاں اتنی تعداد میں منگوائی جاتی ہیں - اتنی گاڑیاں تو وزیراعظم انڈیا (بھارت) کے سیکرٹریٹ میں بھی موجود نہیں ہیں -

ملک میں خودانحصاری کی مہم اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے کہ اسے حکومتی سطح پر شروع کیا جائے - سب سے پہلے زعمائے حکومت ، اعلیٰ افسران ، بیوروکریسی کے کرتا دھرتا افراد اپنے طرز حیات میں تبدیلی لائیں اور سادگی اور کفایت شعاری سے کام لیں - اس سلسلے میں ہمارے پڑوسی ملک چین کی مثال ہمارے سامنے ہے - ہم اس سے سبق لے سکتے ہیں اور اپنے اندر قومی سطح پر یہ تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں - جناب والا! جیسا کہ پروفیسر صاحب نے اور ڈاکٹر صاحب نے ارشاد فرمایا تھا یقیناً ایک سروے جو ایک امریکی ادارے " یو ایس ایڈ " کی طرف سے جاری ہوا ہے جو ہمارے ایک پاکستانی نجی ادارے کے ساتھ مل کر تیار کیا گیا ہے ، میں جناب کے ذریعے ایوان کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ اشیائے صرف جن کی قیمتوں میں گذشتہ 6 ماہ میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے ان میں سے چند ایک کے متعلق گزارش کرتا چلوں اور بتا دوں کہ اتنی مہنگائی ہوئی ہے - چالیس فیصد کیا میں تو سمجھتا ہوں کہ 50 فیصدی سے بھی زیادہ مہنگائی ہوئی ہے - نومبر 90 سے اپریل 1991ء تک 6 ماہ کے دوران مسور کی دال کی قیمت میں 6 روپے فی کلو ریکارڈ اضافہ ہوا ہے - نومبر 1990ء میں مسور کی دال 19 روپے فی کلو تھی جبکہ اس وقت مسور کی دال 25 روپے فی کلو ہے یا اس سے بھی زیادہ قیمت پر فروخت ہو رہی ہے - نومبر 1990 میں آٹا تین روپے 56 پیسے فی کلو تھا جبکہ اس وقت ساڑھے چار روپے فی کلو فروخت ہو رہا ہے یعنی 55 روپے فی بوری اضافہ ہوا ہے - چھ ماہ قبل چاول چھ روپے فی کلو تھا مگر اس وقت 11 روپے فی کلو کے حساب سے مارکیٹ میں بک رہا ہے - چھ ماہ قبل گھی کی قیمت ساڑھے سترہ روپے فی کلو تھی مگر آج گھی کی قیمت 20 روپے 40 پیسے فی کلو ہے، چھ ماہ قبل بڑا گوشت 28 روپے فی کلو تھا اس وقت 36 روپے فی کلو ہے اور اسی طرح چھوٹا گوشت 46 روپے سے بڑھ کر 54 روپے فی کلو ہوگیا ہے - دال مونگ 9 روپے سے بڑھ کر 13 روپے فی کلو ہو گئی ہے - دال چنا 12 روپے سے بڑھ کر 15

روپے ہو گئی ہے - یہ کچھ اعداد وشمار اشیائے خوردنی کی قیمتوں پر محیط ہیں - قیمتوں میں اتنا تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کہ عوام کی قوت خرید میں زبردست کمی واقع ہو گئی ہے اور ان کی قوت خرید جواب دے رہی ہے اور جیسا کہ میرے معزز دوستوں نے ارشاد فرمایا وہ دن دور نہیں کہ جب یہ عوام سڑکوں پر نکل آئیں گے - اورمظاہرے کریں گے ، توڑ پھوڑ کریں گے ، امن و امان کا مسئلہ بنے گا - جناب پیٹ کی آنکھیں نہیں ہوتیں پیٹ مانگتا ہے اور اس کو بھرنے کے لئے انسان سب کچھ کر گزرتا ہے لہٰذا نہایت ہی احترام و ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس مہنگائی کے لئے ایسے موثر اور ہنگامی قسم کے اقدامات فرمائے کہ ہم اس مہنگائی پر قابو پا سکیں - مہربانی!

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ ، جناب فصیح اقبال صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر -

سید فصیح اقبال: پوائنٹ آف آرڈر ، جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب! ہم اپنے دوست کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے گاڑیوں کی خبر بڑی تفصیل سے دی لیکن مجھے یاد ہے کہ ہمارے مسلم لیگی وزیراعظم جناب جونیجو صاحب نے اسمبلی میں صرف سوزوکی کار کا ذکر کیا تھا جو وزراء اور جرنیلوں کی ناراضگی کا سبب ہوا اور ان کی حکومت کو ڈسمس بھی کر دیا اور آج تک مذاق بنا رہا کہ ملک کے وزراء اور بڑی شخصیتیں سوزوکی میں بیٹھیں گی - یہ میں ان کو بتاؤں کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ تھے حکومت میں جنہوں نے سادہ زندگی اور چھوٹی گاڑیوں پر زور دیا تھا ، ان کا حال ہم نے دیکھ لیا -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ فصیح اقبال ، جناب میر عبدالجبار صاحب -

میر عبدالجبار: پوائنٹ آف آرڈر ، میرے محترم معزز رکن کا ارشاد بالکل بجا ہے مگر یہاں یہ عرض کردوں وہ گاڑیاں کوئی جمع نہیں کی گئیں بلکہ وہ گاڑیاں ہنوز چل رہی ہیں اور افسران کے پاس وہی گاڑیاں ہیں - حکومت کے جانے کی وجہ یہ گاڑیاں نہیں تھیں بلکہ حکومت کے جانے کے اسباب اور تھے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب حافظ حسین احمد صاحب -

حافظ حسین احمد: یہاں مہنگائی پر بحث کی جا رہی ہے - کبھی ہم سنا کرتے تھے کہ بجٹ کے دنوں میں چیزیں مہنگی ہوا کرتی ہیں یا پھر رمضان المبارک ، شب برات

اور عید کے موقع پر عام ضرورت کی اشیائے خوردنی وغیرہ مہنگی ہوا کرتی تھیں لیکن آئی جے آئی کی حکومت آنے کے بعد اب تو ہر شب شب برات ہے ہر روز روزعید - آج کل اشیائے خوردنی کے نرخ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں - اب تو بجٹ کا آنا نہ آنا اور ہمارے محترم وزیر خزانہ کا بجٹ میں سر کھپانا فضول اور بے بنیاد ہے کیونکہ یہاں پر گذشتہ پیپلز پارٹی کے دور میں ایک عجیب روایت رکھی گئی کہ بجٹ کے دوران تو عوام کو یہ تاثر دیا جاتا رہا کہ چیزیں مہنگی نہیں ہو رہی ہیں ، ان پر ٹیکس نہیں لگایا جا رہا ہے لیکن پارلیمنٹ ایوان اور جمہوری اداروں کے باوجود ایک ایک چیز پر ٹیکس لگایا گیا اور چیزیں مہنگی ہوتی گئیں - ٹماٹر کی مہنگائی کے بارے میں جب سوال کیا جاتا ہے تو فوراً یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس وقت افریقہ میں یا اس وقت کویت میں یا اس وقت دنیا کے کسی حصے میں جو سیاسی اور اقتصادی تبدیلی رونما ہوئی ہے یہ اس کے اثرات کی وجہ سے ہے لیکن مجھے یہ یاد پڑتا ہے ہم نے صرف اور صرف منفی اثرات کو قبول کیا ہے ہماری معاشی تاریخ میں مثبت اثرات قبول کرنے کی کوئی مثال موجود نہیں ہے - اگر وہاں پر تیل میں ایک دو ڈالر فی بیرل کا اضافہ ہوتا ہے تو ہمارے حکمران اس کو ایک نعمت غیر مترقبہ اور غنیمت سمجھتے ہیں اور اس کی آڑ میں ملک کے اندر پٹرول کی مصنوعات میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اس کی آڑ میں پھر تاجر طبقہ ان تمام چیزوں کے جو غریب عوام استعمال کرتے ہیں نرخوں میں اضافہ کر دیتا ہے - لیکن جونہی بین الاقوامی سطح پر تیل کی قیمت کم ہوتی ہے تو وہ تیل جس کی قیمت میں مذکورہ اضافے کی آڑ لے کر اندرون ملک تیل اوراس کی مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کیا گیا تھا انہیں یہ توفیق نہیں ہوتی کہ وہ تیل اور اس کی مصنوعات کی قیمتوں میں کمی کریں - بہرحال میں وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں ایک چیز واقعی اس دور میں کافی سستی ہوئی ہے اور وہ ہے پاکستانی روپیہ ، اس کی قیمت انتہائی کم ہوئی ہے اس کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں وہ اس ملک میں مہنگی ہوئی ہیں - سی او پی کے دوران جب ہم بجٹ پراس ایوان میں بحث کرتے تھے تو ہمارے وزیر خزانہ جو ہمارے ٹیوٹر تھے ہمیں بتایا کرتے تھے کہ اگر ہماری حکومت آئی تو ہم چٹکی بجاتے ہی انشاء اللہ قیمتوں کو تقریباً تقریباً ساٹھ فیصد کم کریں گے بہرحال پتہ نہیں وہ بددعا کی گھڑی تھی ، قبولیت کا وقت نہیں تھا ، بجائے اس کے کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب 60 فیصد قیمتوں میں کمی کریں بڑے شرم کی بات ہے کہ اس وقت 60 فیصد قیموں میں اضافہ ہوچکا ہے - یقین جانیئے نہ ہم معاشیات کے ماہر ہیں اور نہ ہمیں اس کا دعویٰ ہے لیکن اگر ہمارے وزیر خزانہ اور ماہرین معاشیات پورے ملک کا بجٹ بنانے کی بجائے صرف ایک خاندان کا بجٹ بنا کر دے دیں تو انشاء اللہ ہم سیاست سے ریٹائر ہو جائیں گے اور اگر وہ ایک خاندان کا جو 1100 روپے یا 1200 روپے یا 1500 روپے ماہوار پاتا ہے بجٹ نہیں بنا سکتے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر انہیں اس منصب

پر فائز نہیں رہنا چاہیئے اور انہیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ آئی جے آئی نے جو وعدے کئے تھے اور جو ان کا منشور تھا اسے ہم نے نظر انداز کیا ہے اور یہ کام ہمارے بس کی بات نہیں ہے ۔

محترمہ! آپ کا تعلق بھی بلوچستان سے ہے یہاں تو گیارہ سو پندرہ سو کی بات ہے لیکن شاید اس معزز ایوان کے علم میں نہ ہو کہ ہمارے صنعتی وزیراعظم صاحب یہاں پر صنعتیں لگانے کی بات کرتے ہیں لیکن بلوچستان میں ہم نے بھیک مانگ کر آر سی ڈی کے تحت ایران اور ترکی کی مدد سے چند ملیں قائم کی تھیں ۔ اوتھل ٹیکسٹائل مل ، بلیلی ٹیکسٹائل مل اور ہرنائی وولن مل یہ تمام کی تمام بند ہیں اور میں آپ کو مژدہ سناؤں کہ صرف اور صرف ہماری وزات خزانہ تین تین ماہ کی ان کی تنخواہیں بند کرتے ہیں اور جب انہیں تنخواہ دی جاتی ہے تو آپ کو حیرت ہوگی کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے خاندان کے لئے بنیادی تنخواہ جو انہوں نے مقرر کی ہے وہ ساڑھے چار سو روپے ہے ۔ جناب ساڑھے چار سو روپے آپ کے تین دن کے کیفے ٹیریا کے اخراجات ہیں ۔ آپ کس طرح یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ایک غریب شخص ، ایک مزدور ، ایک چھوٹا سا خاندان ، ایک تیسرے درجے کا ملازم ، ساڑھے چار سو روپے یا گیارہ سو میں اپنے خاندان کو چلا سکے گا ۔ جناب والا ! بات یہ ہے کہ یہاں ہر کوئی عہدیدار بننا چاہتا ہے ، بیوی عہدیدار ہونی چاہیئے ۔ بچے بھی عہدیدار ہوں ، شوہر بھی وزیر ہو ، بیوی بھی مشیر بنے ، اور اسی طرح بہنوئی گورنر بنے ، اور بھائی ایم این اے بنے ، یہ آپ سب بنیں ، لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے کتنے خاندان ہوں گے جن کے ہاتھ گھی میں ہوں گے اور سر کڑاھی میں ہوگا ۔ جناب ، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ایسا خاندان جس کے چار پانچ افراد ہوں ، اور اس میں پانچ چھ چھوٹے چھوٹے بچے ہوں ، اور ان کی ضعیف والدہ ہو ، اور ان کا بوڑھا اور بیمار والد ہو اس کے بارے میں بتایا جائے کہ وہ کس طرح سے اس تنخواہ پر گزارہ کر سکتا ہے ۔

جناب والا! یہاں کسی نے کہا کہ شریعت بل آ گیا ہے ، اس کے بارے میں حافظ صاحب بتائیں گے ۔ جناب والا ! ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ شریعت بل سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس شریعت کا بل کس کس نے وصول کیا ہے ۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ شریعت بل کیا ہے جناب والا ! شریعت بل تب شریعت بل بنتا ہے جب اس کے تحت میری گردن بھی پکڑی جا سکے ، میرے گریبان کو بھی کھینچا جا سکے ۔ وزیر اعظم کو بھی عدالت کے کٹہرے میں لایا جا سکے اور صدر پاکستان کو بھی عدالت کے کٹہرے میں لایا جا سکے ۔ وہ بل جو اس ایوان نے پاس کیا تھا ، اس کے تحت تو شاید آپ کسی

نہ کسی کو کٹہرے میں لا سکتے لیکن اب جو نیشنل اسمبلی نے بل پاس کیا ہے یہ نصیحت نامہ ہے ، یہ شریعت نہیں ہے - جناب والا! یہ آپ کے سامنے روزنامہ " پاکستان " ہے جو آئی جے آئی کا ترجمان ہے ، میں دکھاتا ہوں کہ اس کے آخری صفحہ پر اشتہار ہے جس کا عنوان ہے کہ رشوت خورو ، ذلیل کمینو ، یہ اشتہار ہے ---- یہ آئی - جے - آئی - کے ترجمان اخبار کا اشتہار ہے -اس میں لکھا ہوا ہے کہ (1) تمہاری رگوں میں تمہارے ہی باپ کا گندہ خون دوڑتا ہے (2) تمہاری ماں گنہ گار ہے جس نے تم جیسے خبیث کو جنم دیا (3) تمہارے گھرانے کے افراد آوارہ اور بدچلن ہیں (4) تمہاری اور تمہارے بچوں کی ولدیت تک مشکوک ہے - سوچو ، کیا دنیا میں تم سے زیادہ حقیر مخلوق اور بھی ہو سکتی ہے - منجانب مہم برائے انسداد رشوت ستانی -

محترمہ! میں پوچھنا چاہوں گا کہ مجھے بتایا جائے کہ وہ شخص جس کے خاندان کے افراد بارہ ہیں ، ان کی والدہ بیمار ہے ، اسے دمے کی تکلیف ہے - جس کی والدہ فالج زدہ ہے - مفلوج ہے ، جس خاندان کے پانچ چھ بچے ہیں ، اور ان کے پاس اپنا مکان بھی نہیں ہے ، اسے آپ گیارہ سو روپے تنخواہ دیتے ہیں - ان حالات میں وہ رشوت نہیں لے گا تو اور کیا کرے گا - آپ رشوت پر پابندی لگانا چاہتے ہیں ، اس سلسلے میں آپ کی نظر میں وہ کانسٹیبل رشوت خور تو ہوسکتا ہے جو کسی ریڑھی والے سے ، کسی تھڑے والے سے رشوت لیتا ہے ، اس لئے کہ آپ کے شہروں میں ، آپ کی دکانوں میں جو مہنگائی کا بھوت چھایا ہوا ہے ، اس کا وہ بے چارہ مقابلہ نہیں کر سکتا ، یہ تو آپ کی نظر میں ظالم ہے ، آپ کو یہ نظر آتا ہے ، لیکن صدر صاحب محترم وزیر اعظم صاحب! وزیر خزانہ صاحب! جب آپ اسے پکڑیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ اے ظالم تم اس ریڑھی بان سے کیوں پیسے لیتے ہو تو وہ کہے گا جناب محترم! سینیٹر صاحب ! وزیر خزانہ صاحب! آپ صحیح کہتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میرا ایس ایچ او صاحب شام کو مجھ سے ڈیڑھ سو روپے لیتا ہے --- اس طرح سے ایس ایچ او ظالم ٹھہرا جب آپ اسے بھی اسی کٹہرے میں لائیں گے تووہ بھی یہی کہے گا کہ مجھ سے ڈی ایس پی پندرہ سوروپے روزانہ لیتا ہے - مجھے بتایا جائے کہ کیا آپ کے اس ملک میں تھانے نیلام نہیں ہوتے - کیا اس میں سے ڈی آئی جی کو اس کا حصہ نہیں ملتا - کیا وزیر داخلہ تک کو اس کا حصہ نہیں جاتا ہے -

جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تک ہمارے یہ کرائسز کم نہیں ہوں گے جب تک کہ ہم اس مہنگائی کے بھوت پر قابو نہیں پا لیتے - جس مقصد کے لئے یہ پاکستان بنا تھا اس پر عمل نہیں کرتے --- جناب والا! آپ کا اقتصادی نظام کس کے ہاتھ

میں ہے - آپ کا اقتصادی نظام آئی ایم ایف کے ہاتھ میں ہے - آپ کا اقتصادی نظام سود پر مبنی ہے - آپ سود خور ہیں ، آپ سود لیتے ہیں اور آپ سود دیتے ہیں اور آپ کھلم کھلا اللہ کو دعوت جنگ دیتے ہیں کہ ہم سودی نظام رکھتے ہیں اور سودی کاروبار کرتے ہیں - محترمہ! یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ ہمارے کھانے میں لوہا شامل نہیں ہے ورنہ جن کے لوہے کے کارخانے اور فیکٹریاں ہیں وہ پتہ نہیں کیا کرتے--- ہمیں تو جناب کسی نے کہا کہ ٹماٹر مہنگا ہو گیا ہے ، پوچھا کہ کس لئے - جواب میں انہوں نے کہا کہ جن کے پاس لوہے کی صنعت ہے ، انہوں نے یہ کیا ہے کیونکہ ٹماٹر میں لوہا پایا جاتا ہے -

جناب والا ! اس وقت غریب کی بات تو کرتے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صورتحال ایسی ہے کہ وزیراعظم صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ میں نے پچاس سال کی غلاظت کو صاف کیا ہے - بڑی اچھی بات ہے ، اچھا کام ہے - لیکن ہمیں یہ بتایا جائے کہ اس غلاظت کو کیسے صاف کیا جائے گا ، کس کی غلاظت کو صاف کیا جائے - آپ نے کس کو لٹکایا ہے - جناب ، آپ لاہور جاتی ہیں ، یہ ہمارے اراکین جاتے ہیں - آپ نے دیکھا ہو گا کہ لاہور ائیرپورٹ پر ایک رن وے بنایا گیا تھا ، جو کہ ناقص تھا ، اس کی تحقیقات کروائی گئی - میں نے اس کی تحقیقات نہیں کی - اس کی تحقیق آپ کے وفاقی وزیر کی سربراہی میں کی گئی - آپ کے ایک معزز رکن نے اس کی تحقیق کی لیکن اس میں جو ذمہ دار شخص اجلال حیدر زیدی تھا ، کیا اس کو لٹکایا گیا --- کیوں نہیں لٹکایا گیا ، اس لئے کہ وہ پریذیڈنٹ الیون سے تعلق رکھتا ہے ---- یہ صاف بات ہے کہ آپ ایک غریب کو لٹکا سکتے ہیں ، اس پر رشوت کا الزام لگا سکتے ہیں لیکن آپ اس سیکرٹری کو کیوں نہیں لٹکا سکتے جو آٹھ ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے ، میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس آٹھ ہزار تنخواہ لینے والے کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کریں اور اس سے پوچھیں کہ تم آٹھ ہزار روپے تنخواہ لیتے ہو ، اگر آپ بیس ہزار یا ایک لاکھ روپے بھی لیتے ہوں تو اس صورت میں بھی تمہارے اخراجات چیک کئے جائیں گے - تم اور تمہارے بچے اڑھائی لاکھ روپے ماہانہ خرچ کرتے ہیں - یہ آپ کہاں سے خرچ کرتے ہیں -

محترمہ! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس وقت بات غریب کی ہوتی ہے ، دال کی بات ہوتی ہے - اس کے جواب میں آپ کہتے ہیں کہ ہم ون ڈش کر رہے ہیں ، ون ڈرنک کر رہے ہیں - ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا - سوچ یہ ہے کہ جب تک میں سینیٹر ہوں قانون مجھ سے نہیں کہہ سکتا لیکن جب میں سینیٹر نہیں ہوں گا اور صرف حسین احمد ہوں گا تو پھر آپ کا قانون میرا گلا پکڑے گا - ملک کے اندر ایک وزیراعلیٰ نے کہا کہ میں شراب

پیتا ہوں کیا اس کے لئے تو کوئی قانون نہیں - یہاں تو کوئی شریعت نہیں ، یہاں تو کوئی بل آڑے نہیں آتا - محترمہ آپ کون سے بل ، کون سی شریعت اور کون سے اسلام کی بات کرتی ہیں - ہم کہتے ہیں کہ مہنگائی کے خلاف لوگ گلیوں میں نکلیں گے --- میں کہتا ہوں کہ اگر لوگ زندہ رہیں گے تو گلیوں میں نکلیں گے - میں سمجھتا ہوں کہ جسم میں کوئی طاقت ہو گی تو پھر ہی لوگ گلیوں میں نکلیں گے - ہم تو جناب یہاں کبھی روٹی ، کپڑا اور مکان کے نام پر لوٹتے رہے اور کبھی ہم نے اسلام کے نام پر لوگوں کو لوٹا - لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اگر حکومت نے اس مہنگائی کو ختم کرنا ہے تو اس کے لئے اقتصادی اصلاحات کی جائیں ، ہمارے وزیر خزانہ صاحب بیٹھے ہیں ، انہیں یہ اصلاحات کرنے میں مشکلات ضرور درپیش ہوں گی - اگر ٹماٹر مہنگا ہے تو کسی غریب کو کوئی فرق نہیں پڑے گا - وہ غریب بے چارہ جو ہے وہ گوشت کی بجائے دال کھا لے گا - دال نہیں ملتی تو زہر کھا لے گا کچھ تو ضرور کھائے گا - لیکن جناب والا! ہمیں پتہ ہے کہ آپ اقتصادی نظام کو اس لئے تبدیل نہیں کرتے کہ اس سے کلرک کی مشکلات میں اضافہ ہو گا اور یہاں کے 70 - 80 فیصد متوسط طبقے کے لوگ مشکلات میں مبتلا ہوں گے بلکہ آپ اس لئے اس اقتصادی نظام کو نہیں چھوڑتے کہ آپ مشکلات میں مبتلا ہوں گے - امریکہ ناراض ہو گا - آئی ایم ایف ناراض ہو گا - یہ عجیب بات ہے کہ ملک آپ کا ہے ، پیسے آپ کے ہیں سب کچھ آپ کا ہے اور آپ اس اشارے کے منتظر ہیں کہ آئی ایم ایف کیا کہتا ہے کہ یہاں کسی طریقے سے پیاز مہنگا ہو -

محترمہ اس وقت ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جو اساتذہ ہیں ، کلرک ہیں جو کہ نئی روشنی سکولوں سے تعلق رکھتے تھے ، یہ پرانے تاریک دور میں ہیں ، یہ نہ مرتے ہیں اور نہ ہی جیتے ہیں - ان کا کچھ نہیں بن رہا ہے - جناب والا! مہنگائی کا مقابلہ پھر بھی کیا جا سکتا ہے - بجائے دال کے سوکھی روٹی کھا لیں گے ، پیاز سے کھا لیں گے لیکن بات یہ ہے کہ سوکھی روٹی کے لئے تو پیسہ ہو -

جناب والا! ہم یہاں آتے ہی لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے ، جب ہم لوگوں کی ملازمتوں کے لئے وزراء کے پاس جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ صاحب ، بین لگا ہوا ہے - میں کہتا ہوں کہ کیا ایم این اے پر بین نہیں ہے ، آپ ان کو کم کریں ، سینیٹروں پر بین نہیں ہے ، سیکرٹریوں کے لئے بین نہیں ہے ، کاروں پر بین نہیں ہے پرائیویٹ سیکرٹریوں پر بین نہیں ہے لیکن اگر بین ہے تو چپڑاسی کے لئے ، چوکیدار کے لئے - جناب والا! اب تو آبادی بڑھ رہی ہے ، بچے پیدا ہو رہے ہیں ، شرح آبادی بڑھ

رہی ہے - ان کے لئے بھی کوئی انتظام کیا جانا چاہیئے - ہمارے بہرہ ور سعید صاحب نے فرمایا تھا کہ کوئی بھوکا نہیں رہے گا - یقیناً بھوکا نہیں رہے گا - دو دن رہے گا ، تین دن رہے گا ، آخر وہ مر جائے گا - ہمارے بہت سے علاقے ایسے ہیں جو بد قسمتی سے آپ کی اور مرکزی حکومت کی نظر میں پسماندہ علاقے کہلاتے ہیں جہاں پر بقول شخصے "کچھ اگتا ہی نہیں ہے" لق و دق صحرا ہیں - اللہ کا یہ فضل ہے کہ ہماری آبادی کم ہے - لیکن جناب ٹھیک ہے کہ ہم سوئی گیس استعمال نہیں کر سکتے - ٹھیک ہے ہم ماربل چھپا نہیں سکتے - ٹھیک ہے ہمارے بچے کوئلہ نہیں کھا سکتے - ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تانبا ہمارے بچوں کا پیٹ نہیں بھر سکتا وہاں سے سوئی گیس نکلتی ہے لیکن آج آپ سوئی گیس فیلڈ میں جا کر دیکھیں - آپ نے غیر ملکی کمپنیوں کو بلوچستان پر مسلط کیا ہے جو بلوچستان سے کروڑوں اربوں روپے کما رہی ہیں لیکن نہ وہ پیسہ مرکز کو جاتا ہے اور نہ صوبے کے عوام پر خرچ ہوتا ہے - وہاں ملازمت ہمارے بچوں کے لئے نہیں ہے - آپ سوئی گیس فیلڈ میں جائیں اور دیکھیں کہ کتنے بلوچستانیوں کو آپ نے ملازمت فراہم کی ہے تا کہ وہ چند روپے کما کر اس منہ زور مہنگائی کا مقابلہ کر سکیں اگر آپ کہیں گے کہ جناب پیٹ تو کبھی نہیں بھرتا تو عرض ہے کہ جناب غریب کا پیٹ بہت جلدی بھرتا ہے البتہ جن کا پیٹ نہیں بھرتا خدا کے لئے ذرا ان کو دیکھیں ، ان کے پیٹ کے حدود اربعہ کا تعین کریں - ہم بھی تو دونوں ایوانوں میں رہے ہیں ہمیں فارمولے بتائے جاتے ہیں - ایک ایم این اے ، سینیٹر اور اللہ کرے کسی کے بھاگ جاگ اٹھیں اور وہ وزیر بن جائے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ جناب آپ کا پیٹ کیا ، آپ کے باپ کا پیٹ کیا پورے خاندان کے پیٹ کاانتظام کیا جاتا ہے اور وہ سو سال آگے پیچھے کا سوچتا ہے - لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ جنھوں نے اس کو ووٹ دیئے ہیں جنھوں نے اس کو اس ایوان تک پہنچایا ہے جنہیں شریعت اور غربی کا ہم نے نعرہ دیا ہے ان کے بھی کچھ حالات ہیں - محترمہ! میں یہی گزارش کروں گا کہ آپ خدارا اس نچلے طبقے کا خیال کریں جو ہر وقت اس چکی میں پستا رہا ہے جو کبھی اسلام کے نام پر آپ کی حمایت کرتا ہے اور کبھی روٹی کپڑا اور مکان کے نام پر کسی کی حمایت کرتا ہے - کوئی میرے اور کوئی آپ کے جھانسے میں آتا ہے لیکن اس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے جب تک ٹھوس اقدامات نہیں کئے جائیں گے وہ حل نہ ہوں گے - ہم تو اپنی پریویلج موشنز یہاں بھگتائیں گے اور اپنا پیسہ لیکر گھر چلے جائیں گے لیکن نہ غریب کو سہولتیں مہیا ہوں گی نہ اشیاء کے نرخوں میں کمی ہوگی - میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ - جناب منظور گچکی صاحب -

جناب منظور احمد گچکی : محترمہ ڈپٹی چیئرپرسن صاحبہ ! اس وقت یہ موشن جو مختلف حضرات نے موو کی ہے اور مہنگائی کے مسئلے پر بحث ہو رہی ہے - بدقسمتی سے اس ملک میں جو بھی پارٹی برسراقتدار آتی ہے اور وہ اقتدار کی کرسی پر آنے سے پہلے دوسری پارٹی پر مختلف قسم کے دباؤ بڑھا کر اور الزامات لگا کراقتدار میں آجاتی ہے - جناب والا ! جب ہم نیشنل اسمبلی میں تھے تو خراب امن وامان کے مسئلے کا سندھ میں خصوصاً اور دیگر علاقوں میں عموماً ذکر کیا کرتے تھے اور یہ کہ روزگار کے مواقع نہیں ہیں اور اسکے علاوہ تنخواہوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور یہ کہ مہنگائی کا زمانہ ہے اور موجودہ تنخواہ پر کوئی بھی شخص گزارہ نہیں کر سکتا - یہ ہمارے اس وقت کے slogans تھے جب ہم برسراقتدار نہیں تھے اس وقت بھی دو بجٹ اس حکومت نے پیش کئے اور اسکے بعد تیسرا بجٹ بھی پیش کر دیا - آپ پوچھیں گے کہ تیسرا بجٹ کس طرح ، وہ اصل بجٹ کے بعد پیش کردیا گیا -

جناب والا! جیسا کہ ہمارے ایک دوست نے یہاں کہا کہ بجٹ تو پیش کر دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ کوئی ٹیکس وغیرہ نہیں لگے گا لیکن تین ماہ بعد کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر یعنی کویت ، ہندوستان یا لاطینی امریکہ میں کوئی مسئلہ ہو تو اسکا بہانہ بنا کر ہم 30 یا 40 فیصد اضافہ کر دیتے ہیں - اب آپ یہاں دیکھیں کہ کویت کی جنگ کے بعد ہم نے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کیا لیکن عالمی سطح پر اس کا ریٹ پھر اسی سطح پر آ گیا مگر ہم نے کتنا کم کیا - ایک روپیہ ڈیڑھ روپیہ فی لٹر ہم نے ایک سو فیصد سے زائد بڑھایا تھا لیکن اسکو صرف گیارہ فیصد گھٹایا - میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کے ساتھ جو ہم گورکھ دھندے کرتے ہیں یہ ان کے ساتھ ہم مذاق کرتے ہیں اسکو ختم کرنا پڑے گا کیونکہ اب لوگ اتنے بے وقوف نہیں کہ حکومت کے ان گورکھ دھندوں کو نہ سمجھ سکیں - وہ سمجھ چکے ہیں لیکن یہ الگ بات ہے کہ بیچارے تھک گئے ہیں کبھی ہم اور کبھی کوئی دوسرا انکو نچائے اور کبھی تیسرا انکو رلائے - ایسے ہی یہ ہمارے ملک میں چلتا رہے گا اور وہ ہماری شکل بھی دیکھنے سے بیزار ہو جائیں گے - ہمیں تو کہتے ہیں کہ آپ لوگ سینٹ میں ، اسمبلیوں میں جاتے ہیں لیکن ہمارے لئے کیا کر رہے ہو - وہاں تو جا کر ہمارے لئے آپ لوگوں نے مصیبت پیدا کر دی ہے - مہنگائی کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ ہمارا مرنا بھی مشکل ہوگیا ہے محترمہ ! میں سمجھتا ہوں کہ مرنے کے لئے بھی پانچ دس ہزار روپیہ چاہیئے - لیکن یہ پانچ دس ہزار بیچارہ لائے کہاں سے اسکے لئے مرنا بھی مشکل ہے - آپ لوگوں کو نہ جینے دیتے ہیں اور نہ مرنے دیتے ہیں - اس ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ شروع سے لیکر آج تک سیاسی جادوگر برسراقتدار آتے رہے ، کبھی اسلام کے نام پر، کبھی جماعت گروپ میں ، کبھی نظریہ پاکستان کے نام پر ، مگر یہ تو کھانے کی چیزیں نہیں ہیں ، پیٹ

تو کھانے کے لئے مانگتا ہے اور بھی کچھ ضروریات ہیں - جیسے میرے ایک دوست نے کہا کہ چار بچوں کے علاوہ کسی کی بوڑھی ماں اور ساتھ کوئی بیوہ بہن ہو - اسکا بجٹ تو بنا کر دکھا دو - میراخیال ہے کہ پاکستان کا کوئی معیشت دان نہیں جو 1100 روپے کی تنخواہ میں پندرہ سولہ یا دس آدمیوں کا بجٹ بنا کر دکھائے - مجھے تو نظر نہیں آتا لیکن پروفیسر خورشید صاحب ماہر ہیں انکی حکومت ہے شاید وہ ہمیں بتا دیں مہنگائی کی تقریریں تو سب face saving کے لئے کرتے ہیں - اب تو بھائی آپ کی حکومت ہے - اب یہاں آپ تقریر کس بات کی کرتے ہیں - جائیے اور اپنے حکمرانوں کو بتائیے کہ معیشت کو صحیح راستہ پر ڈالیں - یہاں پر بیٹھ کر عوام کو دھوکا دیتے ہو کہ ہم تو حکومت کو بتاتے ہیں لیکن نہیں مانتے - اگر نہیں مانتے تو ان حکمرانوں کو چھوڑ دیجیئے - کیوں اسکے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں کیوں اپنے آپ کو ان کے ساتھ لگا رکھا ہے -

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آپ کے بس میں نہیں ہے اسلئے کہ آپ نے یہاں معیشت ایسی اختیار کر رکھی ہے جو نہ آپ کے اور نہ میرے کنٹرول میں ہے اگر ہے تو صرف چچا سام کے کنٹرول میں ہے اور کسی کے کنٹرول میں نہیں - انکل سام کو ہم نے خود اپنی گردنوں میں لٹکایا ہوا ہے - یہ ہماری اپنی بدقسمتی ہے 28 سال اس ملک میں مارشل لاء رہا اور اس دوران لوگوں کو جو ملا وہ ہم سب کے سامنے ہے - جو معیشت اس وقت ملک میں چل رہی ہے - ہم تو حیران ہیں کہ devaluation کی حالت تو یہاں یہ ہے کہ ہر تین مہینے کے بعد پانچ فیصد ، دس فیصد ، پندرہ فیصد ہماری کرنسی کی value کم ہوتی رہتی ہے - اب اس وقت چالیس روپے کا پونڈ ہے اور چوبیس روپے کا ڈالر ہے - یہ آپ کی اکانومی کی حالت ہے - دوسری طرف آپ دیکھیں کہ ہماری خسارے کی سرمایہ کاری ہے - یہ کس لئے ہے - ٹیکس کہاں سے آئے گا - عام لوگوں سے آئے گا - مجھ سے پروفیسر صاحب اتفاق کریں گے - میں احترام کے ساتھ کہوں گا کہ اس وقت ملک میں ڈائریکٹ ٹیکس 12 فیصد لوگ ادا کرتے ہیں اور یہ ڈائریکٹ ٹیکس ان 80 فیصد لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے جن کے بل بوتے پر ہم زندہ ہیں اور جن کے نعرے ہم سارا دن لگاتے ہیں اور ان کے سامنے جا کر تالیاں بجاتے ہیں کہ ہم سب کچھ آپ کے لئے کریں گے - 80 فیصد ٹیکس وہی لوگ دیتے ہیں - ظاہر ہے جب آپ خسارہ کا بجٹ بنائیں گے - تو ٹیکس لگائیں گے اور جب آپ ٹیکس لگائیں گے تو وہ دوبارہ عام آدمی پر آئے گا اسی طرح یہ ٹیکس بڑھتے بڑھتے آگے تک چلا جائے گا - اب حالت یہ ہے کہ اس وقت سات سو بلین کا ہم پر قرضہ ہے - اور 70 بلین کا سود ہے - اس طرح ہم مقروض قوم بن گئے ہیں - اور کھاتا کون ہے - کوئی مختلف طریقوں سے ہڑپ کر جاتا ہے - اس کے بعد پھر

دوسری حکومت آتی ہے کہتی ہے کہ سب کچھ وہ کھا گیا - آپ کے بعد بھی جو آئے گا وہ آپ کے بارے میں اتنا کچھ بتائے گا کہ آپ نے پچھلے والوں کے بارے میں بھی اتنا کچھ نہیں بتایا ، یہ حالت ہے آپ کی -

میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ آپ آئی ایم ایف یا ورلڈ بینک سے جو قرضہ لیں اسے کم از کم نرم شرائط پر تو لیں - ہمارے ہاں مشہوری ہے کہ ڈرگ مافیا جب کسی کو پھنسا لیتا ہے تو پھر اس کی جان نہیں چھوٹتی - مرتے دم تک اگر وہ ان کا ساتھ نہ دے تو وہ اسے مار دیتے ہیں - بالکل آپ کے ساتھ بھی یہی ہے - آپ اگر قرض نہیں لیں گے تو آپ کے لئے مشکل ہے - اب آپ اگر قرض لیں تو اتنی شرائط سے لیں کہ کم از کم آپ زندہ تو رہیں - کم از کم نرم شرائط پر تو لیں - آپ کے state expenditures کی حالت یہ ہے کہ آپ lavishly خرچ کرتے ہیں - جس طرح ہمارے جبار صاحب نے کہا اور ہمارے بہت سے دوستوں نے کہا کہ آپ کی حالت تو یہ ہے کہ جن محکموں کی آپ کو ضرورت نہیں ہے - جو فیڈرل گورنمنٹ کے دائرہ اختیار میں آتے ہی نہیں - اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ چھ کالجوں کے لئے آپ نے ایک وزارت بنا رکھی ہے وزارت تعلیم - کیا تعلیم صوبائی حکومت کے اختیار میں نہیں ہے - یہ وفاقی حکومت کا کام ہے کہ چھ کالجوں کے لئے وزارت بنائے اور جسے بلوچستان کے بجٹ کے برابر آپ بجٹ دیتے ہیں - آپ ان کالجوں کو صوبوں کے حوالے کر دیجئے - آپ نے یہاں صحت کا ایک محکمہ بنایا ہوا ہے - یہ صوبائی معاملہ ہے - کیوں آپ نے رکھا ہوا ہے - اسی طرح رورل ورکس پروگرام وغیرہ وغیرہ کوئی دس پندرہ آپ کے پاس ہیں جن کا آپ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے - لیکن آپ نے صرف اس لئے ان کو رکھا ہے کہ وزیروں کی ایک کھیپ ہمارے سامنے ہو اور دائیں بائیں وزیر ہوں -

دوسری بات یہ ہے کہ ایک صنعتکار جب کارخانہ بناتا ہے تو وہ ٹیکس سے بچنے کے لئے ایک طریقہ اختیار کرتا ہے - وہ چار پانچ سو ایکڑ زرعی زمین خرید لیتا ہے - کیونکہ زراعت پر ٹیکس نہیں ہے اس لئے وہ اس قاعدے کو وہاں لگا دیتا ہے - جسے کلبنگ سسٹم کہتے ہیں - میرے خیال میں پروفیسر خورشید صاحب اس کے بارے میں بہتر بتا سکیں گے - تقریباً 5.50 بلین کا ہمیں اس میں خسارہ ہو رہا ہے - انڈسٹری میں آپ کما رہے ہیں تو اس کا ٹیکس آپ ادا کریں اور اگر زرعی زمین دی ہے تو آپ زرعی زمین پر ٹیکس لگا دیں - یہ تو کلبنگ سسٹم ہے جس سے ہر صنعت کار اپنے آپ کو بچاتا ہے اور حکومت پاکستان لاکھوں روپوں سے محروم ہو جاتی ہے - اسے بند کیا جائے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: منظور صاحب ذرا وقت کا خیال رکھیئے - آپ کے بعد ایک اور سپیکر نے بولنا ہے اور پھر اس کے بعد وائنڈ اپ ہونا ہے -

جناب منظور احمد گچکی: میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہر چھ ماہ بعد منی بجٹ لایا جاتا ہے اور قیمتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے - میری وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ چھ مہینے بعد بجٹ سیشن رکھیں کم از کم چھ ماہ بعد دوسرا بجٹ آئے تو یہ کہیں گے کہ چھ مہینے میں اتنی قیمت بڑھی ہے- لیکن بجٹ کا ایک پیریڈ ہوتا ہے - بیچ میں دو دو تین تین منی بجٹ دیئے جاتے ہیں- آپ کو اندازہ ہے کہ ایوب کے دور میں اڑھائی روپے چینی تھی - مجھے اچھی طرح یاد ہے - اس وقت صرف آٹھ آنے چینی کے نرخ بڑھائے گئے تو آپ نے دیکھا کہ اس وقت حالت کیا ہوگئی تھی - آج قیمتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ وہ عام غریب آدمی کے بس سے باہر ہو گئی ہیں -میری ان سے گزارش ہے کہ ان قیمتوں کو کم از کم اس سطح پر دوبارہ واپس لے آئیں جو عراق اورکویت کی جنگ کے زمانے سے قبل تھیں - اب تو وہ جنگ کا معاملہ ختم ہو گیا ہے ،- آپ پاکستان کی تاریخ میں کم از کم یہ روایت قائم کریں کہ جس مسئلے کی وجہ سے قیمتیں بڑھائی گئی تھیں ، وہ مسئلہ ہی ختم ہو گیا ہے اس لئے ہم نے قیمتیں کم کر دی ہیں - میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

ڈاکٹر محمد ریحان: محترمہ! میرے دوستوں ، میرے ساتھیوں نے عالمانہ و فاضلانہ طریقے سے مہنگائی کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا - انہوں نے عام ضروریات زندگی کی اشیاء مثلاً آٹا ، گھی اور بجلی وغیرہ کے متعلق بتایا کہ ان کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہوا ہے - ایک ضروری بات جو تقریباً سب سے رہ گئی وہ ہے ادویات کی قیمتیں - اتفاق سے میرا تعلق بھی اسی پیشے سے ہے - اس وقت بڑا دردناک منظر ہوتا ہے جب ایک ماں ایک چھوٹے بچے کو بیماری کی حالت میں ڈاکٹر کے کلینک میں لے آتی ہے یا کوئی بیوی اپنے بیمار خاوند کو لاتی ہے - اس وقت انسان کا ہاتھ لرزتا ہے کہ اگر میں یہ دوائی لکھوں تو کیا یہ اسے خرید سکیں گے یا نہیں - اکثر اوقات میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہم نے دوائیاں لکھی ہیں لیکن تیسرے چوتھے دن جب وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا - ہم پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ دوائیاں خریدی تھیں - وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں خریدی تھیں اس لئے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں تھے - یہ یقیناً ایک بہت دردناک منظر ہوتا ہے - ٹھیک ہے بغیر ٹماٹر کے بھی وقت گزر سکتا ہے - بغیر آلو کے بھی وقت گذر سکتا ہے - البتہ

بغیر آٹے اور دوائی کے وقت نہیں گزر سکتا - یہ صورت حال کیسے پیدا ہوئی - یہ اس لئے پیدا ہوئی کہ اس ملک میں آئے دن پیداوار کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی - لیکن عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ دن بدن بڑھا دیا جاتا ہے - کیونکہ ایک طرف تو ہمیں بیرونی قرضے ادا کرنے ہوتے ہیں اور دوسری طرف ہم نے اپنے غیر پیداواری اخراجات دن بدن بڑھانے شروع کر دیئے ہیں - میرے دوستوں نے تو یہ اعدادوشمار دیئے کہ اتنے فیصد اضافہ ہوا اور price index میں یہ ردوبدل ہوا - میں اس میں نہیں جانا چاہتا - بات یہ ہے کہ ایک ملک جو اپنی آزاد خارجہ پالیسی نہ رکھے جس کی خارجہ پالیسی کو بیرونی ممالک سے جوڑا جائے - جو اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات نہ رکھے - اس کے غیر پیداواری اخراجات میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا اور اس کے ملک کے عوام کے لئے کچھ نہیں رہے گا - اور وہ ہمیشہ پریشانی کا شکار رہیں گے - محترمہ! آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے دنوں خلیج کے بحران میں اس ملک میں بڑا کنفیوژن پیدا ہوا تھا کہ عوام ایک طرف جا رہے تھے اورحکومت دوسری طرف جا رہی تھی کیونکہ ہماری کوئی کلیئرکٹ خارجہ پالیسی نہیں تھی - ٹھیک ہے ایک طرف عراق مسلمان ملک تھا ، دوسری طرف متحدہ ممالک تھے جن کا لیڈر امریکہ تھا - لیکن اس میں مصر، شام جو مسلم ممالک تھے ان کی کلیئرکٹ پالیسی تھی اور انہوں نے اس پالیسی سے فائدہ اٹھایا تھا - مگر پاکستان نے اس سے کیا فائدہ حاصل کیا ، نہ وہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا رہا -

میری گزارش یہ ہے کہ اگر ہم نے ان پر قابو پانا ہے تو ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ایک طرف تو آئے دن ہم قرضے لیتے رہتے ہیں لیکن ان قرضوں کو ہم نے کس چیز پر استعمال کیا - ہم نے بڑے بڑے ہوائی اڈے بنائے ، ٹرمینل بنائے اور ان پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ ہم نے ایسا کیا وہ کس لئے محض اس لئے کہ اس پر ہمارے بیرونی آقا آتے رہتے ہیں اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو - دوسری طرف ہماری بسوں کے اڈوں کی حالت دیکھی جائے تو میرے خیال میں وہ بہت افسوس ناک منظر ہوتا ہے - بیرونی قرضہ جات جن کا گچکی صاحب نے ذکر کیا وہ اس طرح سے ہیں جس طرح drug addicts ہوتے ہیں گویا ہم aid addicts ہوچکے ہیں اس addiction کو ختم کرنا ہوگا - وہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم سادگی اختیار کریں - سادگی صرف زبانی طور پر اختیار نہیں ہوسکتی ، سادگی کا عملی طور پر خصوصاً حکمرانوں اور اعلیٰ افسروں کو نمونہ پیش کرنا ہوگا -

ہر روز ہمارے ٹی وی پر جو commercialism کا پرچار ہوتا ہے اس میں عام لوگوں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ فلاں چیز پیئو ، یہ کھاؤ وہ کھاؤ اور یہ باٹا کے فلاں طرز کے جوتے ہیں اور یہ ہے اور وہ ہے - میرے خیال میں درمیان میں یہ ڈرامے وغیرہ محض

ایک قسم کے interval کی طرح ہوتے - ہیں ہمارا ٹی وی صرف ان مصنوعات کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا تو ملک میں مہنگائی بڑھتی جائے گی اور یہ سلسلہ جاری رہے گا - میری عرض یہ ہے کہ سادگی عملی شکل میں اختیار کی جائے - ٹھیک ہے ون ڈش پارٹی کا وزیر اعظم نے اعلان کیا تھا لیکن اس پر عمل کہاں ہوا - ہو سکتا ہے وزیر اعظم خود عمل کرتے ہوں گے لیکن ان کے جو ماتحت ہیں اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو ان کے خلاف وہ کارروائی کیوں نہیں کرتے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے غریب کو کیا ملے گا - تیسری بات یہ ہے کہ یہ جو exhibitionism ہے یہ جو شادیوں پر اور دوسری تقریبات پر بے تحاشا روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے اور کی بڑی publicity بھی کی جاتی ہے اس پر بھی پابندی ہونی چاہیئے۔

اس کے علاوہ میری سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہماری مالیاتی پالیسیاں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے زیر اثر نہیں رہنی چاہیئیں ، ان سے آزاد ہونی چاہیئیں - اگر کچھ عرصے کے لئے کچھ ایسی مجبوریاں ہیں تو بڑی احتیاط کے ساتھ ان پر عمل کرنا چاہیئے اور آخر کار ان سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیئے - سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی ایسی ہونی چاہیئے کہ جس سے پڑوسی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہوں ، ہمارا مذہب اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھو - اب دیکھیں ہم نے اپنے ملک میں ، باوجود اس کے کہ جینوا کا معاہدہ ہو چکا ہے ---

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب ڈاکٹر صاحب جب خارجہ پالیسی آئے گی تو اس وقت یہ بات کریں -

ڈاکٹر محمد ریحان: ایک آخری بات عرض کروں گا کہ ہم نے 50 لاکھ مہاجرین اپنی سرزمین پر بٹھائے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ہماری معیشت پر کافی بوجھ ہے اور اس وجہ سے ہمارے لوگوں کو روزگار نہیں ملتا اور اس وجہ سے مہنگائی بھی بڑھی ہے اور ان پر جو خرچ ہوتا ہے وہ ہمارے لوگوں پر ٹیکس ہوتا ہے تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کی جو خارجہ پالیسی ہے یہ آزاد ہونی چاہیئے اور پڑوسی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہونے چاہیئیں - شکریہ !

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب عالم علی لالیکا صاحب -

جناب عالم علی لالیکا: محترمہ چیئرمین صاحبہ! مجھے اپنے پیشہ سے متعلق بات کرنی ہے - میں تفاصیل میں نہیں جاؤں گا - موضوع سخن تو تھا کہ اشیائے ضروریہ کی قیمتیں بڑھ جانے سے جو اثرات مرتب ہوئے ہیں ان پر بحث کی جائے - عام مہنگائی سے بات شروع ہوئی تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ کچھ لوگ اس بات سے بات نکالتے ہوئے زراعت کے پیچھے ستو باندھ کر پڑ گئے ہیں - بیچارے نہیں سمجھتے کہ زمیندار تو بیچارہ الُو ماری فاختہ ہے اس پر کیا کیا ستم اور ہو سکتے ہیں اگر کچھ ہونہار زارعت پیشہ لوگ خوشحال ہیں تو ہونہار وکلاء بھی خوشحال ہیں لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگ آٹھوں پہر بیان سے باہر رہتے ہیں جناب والا ! ذرا دیکھیئے آپ نے زمینداروں کو کیا سہولتیں بہم پہنچائی ہیں - زمینداری کو قرضہ کی فراہمی آسان شرائط پر نہیں کی جاتی ، ان کے ذمے اگر کچھ بقایا جات ہوں تو معافی کی کوئی شق نہیں رکھی جاتی۔صنعتکاروں کو بیمار صنعتوں کے لئے کروڑوں روپے کی معافیاں دے دی جاتی ہیں لیکن زراعت پیشہ آدمی بیچارہ اگر زرعی ترقیاتی بینک سے بیلوں کی جوڑی کے لئے کچھ رقم قرض لے لیتا ہے اور قضائے الٰہی سے اگر وہ بیل مر جاتے ہیں تو اس رقم کو معاف کرنے کی کوئی شق موجود نہیں ہے،کوئی پروویژن ہی موجود نہیں ہے ، قضائے الٰہی بھی اس پر لاگو نہیں ہوتی - -

جناب والا! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زراعت پیشہ کسان کا آج سے سو سال پہلے کھانے کا مینو تھوم اور مرچ کی چٹنی تھی - آج بھی اس کا مینو وہی تھوم اور مرچ کی چٹنی ہے جس سے وہ کھا پی کر گزارا کرتا ہے - زراعت ایک ایسا پیشہ ہے جس میں ہم لوگ آگ بھی ایک دوسرے سے مانگ کر جلایا کرتے تھے - ہمارے گھروں میں دیا سلائی ایک ایک سال چلا کرتی تھی - اوپلوں کی بنی ہوئی ایک تھاپی کو لے کر ہماری دادیاں اور مائیں گھروں سے نکل کر آگ مانگ کر لایا کرتی تھیں - جلتی ہوئی آگ کو ہماری بزرگ مائیں ، بہنیں ، دادیاں ، دبا دیا کرتی تھیں کہ کل کام آئے گی - یہ ہمیں بتایا جائے کہ یہ دیا سلائی اور یہ انواع و اقسام کے لائٹر ہمیں کس نے دیئے ، کس نے متعارف کروائے۔ صابن کی بجائے میری والدہ اور میری دادی چھٹیوں کی راکھ سے اور کھار سے کپڑے دھویا کرتی تھیں ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ خوشبودار صابن کس نے متعارف کرایا ، محترمہ! شیمپو کی بجائے میرا باپ اور میرا دادا اور میری ماں اور میری دادی لسی سے سر دھویا کرتے تھے ، یہ شیمپو کس نے متعارف کروایا - میرے بزرگ گھوڑوں پر سفر کیا کرتے تھے ، اونٹوں پر سفر کیا کرتے تھے ، یہ پجیرو گاڑیوں پر سفر کرنا اور ائرکنڈیشنڈ گاڑیوں میں سفر کرنا کس نے

ہمیں سکھایا - میرے بزرگ گاؤں کا کاتا ہوا کھدر پہنا کرتے تھے - یہ بوسکی اور ٹیٹرون ہمیں پہننا کس نے سکھایا ہے - دیہات میں مزدور کیوں نہیں ملتے وہ کہاں چلے جاتے ہیں - ہم تو مزدوروں کو ترستے ہیں اور شہروں میں وہی مزدور آ کر امراء کی اور صنعت کاروں کی کوٹھیوں کی بیرونی آرائش کرتے رہتے ہیں - اندرونی آرائش تو سمجھ میں آتی ہے بیرونی آرائش سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ کس لئے کی جاتی ہے اور ان کی مزدوری پچاس ، پچاس ، سو ، سو روپے یومیہ دی جاتی ہے وکلاء کی کوٹھیاں ہوں ، صنعت کاروں کی کوٹھیاں ہوں ، کارخانہ داروں کی کوٹھیاں ہوں ، نزلہ برعضو ضعیف ہی گرتا ہے کہ زمیندار کو مارو ، نمک خوردند نمک دان شکستند ، یہ بات ہے محترمہ ، نمک کھاتے ہیں ، نمک دان کو توڑنے کی سوچتے ہیں کہ نمک دان کو توڑ ڈالو - گوشت زراعت پیشہ لوگ کھاتے بھی تھے ، مہیا بھی کرتے تھے لیکن کڑاہی گوشت کھانے کی روایت کس نے ڈالی ، دال تو زمیندار پیدا کرتا ہے لیکن یہ چپس بنانے کی ریت کس نے ڈالی دودھ تو زمیندار پیدا کرتا ہے لیکن وہ تو پانچ روپے سیر بکتا ہے اور کوکا کولا اور سیون اپ وغیرہ کی بوتل آدھ پاؤ کی ساڑھے چار روپے میں بکتی ہے ، کیا یہ اسراف بے جا نہیں ہے ، دودھ پر سختی آ جاتی ہے ، بوتل کا کوئی نہیں سوچتا کہ کیوں پیتے ہیں اور کس لئے پیتے ہیں - بڑے ذوق شوق سے پیتے ہیں اور دودھ چاہتے ہیں کہ پانچ روپے سیر ملے اور ملے بھی گرم گرم اور اس میں سے گوبر کی بدبو بھی نہ آئے اور پیشاب کی غلاظت بھی نہ پھیلے ، مل جائے ہمیں پانچ روپے سیر کیوں ، کیسے ، ہمارے بزرگ برف سے آشنا نہیں تھے ، فریجوں سے آشنا نہیں تھے ، ڈیپ فریزروں سے آشنا نہیں تھے ، کورے گھڑوں سے آشنا تھے انہی سے گزراوقات کرتے تھے ، یہ ہمیں کس نے سکھائے ، کس نے ہمیں دیئے ہیں یہ نیل پالش ، یہ یو ڈی کلون ٹافیوں کی بجائے ہمارے بزرگ گڑ کھاتے تھے ، یہ ٹافیاں اور یہ قند مکرر ، یہ کس نے بتلائی ہیں ، یہ کس نے ایجاد کی ہیں - محترمہ ہمارے بزرگ زراعت پیشہ افراد جوشاندہ اور کاڑھے سے علاج کیا کرتے تھے - یہ انواع و اقسام کی ادویات ، یہ کس نے ایجاد کی ہیں جو علاج نہیں ہیں لیکن کسی مرض کو کس چیز کو دبانے کے ذرائع ہیں - ہماری تو گندم کی ایک من کی قیمت تین روپے بڑھتی ہے لیکن ان کی ایک گولی کی قیمت 2 روپے بڑھ جاتی ہے محسوس نہیں ہوتا " نزلہ بر عضو ضعیف " کے مصداق گندم کی قیمت بڑھ گئی - شادی بیاہ کی رسومات پر ہم صرف ڈھول بجا کر خوش ہو لیا کرتے تھے - یہ آرکسٹرا کس نے ایجاد کئے ہیں ، یہ کس نے متعارف کروائے ہیں - میں مانتا ہوں غلط منصوبہ بندی ہمارے ملک میں ہے - شہروں پر اخراجات بے جا ہوتے ہیں ، بلاوجہ ہوتے ہیں - یہاں سڑکیں اور فوارے ہی ختم نہیں ہوتے ہیں - کچھ بنتے ہیں اور پھر گرنے شروع ہو جاتے ہیں کچھ گرتے ہیں اور پھر بننا شروع ہو جاتے ہیں - اس ملک پاکستان میں ابھی تک بیشتر لوگ ایسے ہیں ، بیشتر آبادیاں

ایسی ہیں ، بیشتر علاقے ایسے ہیں جہاں جانور اور انسان اکٹھے پانی پیتے ہیں اور وہ انسان جو روزی پیدا کرکے آپ لوگوں کو شہروں میں بھیجتے ہیں اور خود سسکتی چلچلاتی دھوپ میں اپنا وقت گزار لیتے ہیں - پانی مویشیوں کے ساتھ مل کر پی لیتے ہیں - کیا جواز ہے کہ ان حالات میں ، اس ملک میں جس میں غربت عام ہو ، جہاں کی بیشتر آبادی مویشیوں کے ساتھ ملکر پانی پی رہی ہو وہاں قمقمے ، روشنیاں اور فوارے پھوٹ رہے ہوں اور وہاں کاروں میں ٹیلی فون لگ رہے ہوں - کیا تماشا ہے ، کیا ہم نے اپنے آپ کو مذاق بنایا ہوا ہے -

اب کچھ میں حقائق کی طرف بھی آؤنگا - لائٹ ڈیزل آئل یہ ہماری زراعت کی ایک بنیادی ضرورت ہے - ہم پر کچھ لگا دیجیئے گا، کوئی ٹیکس لگا دیجئیے گا ، کوئی کچھ کر دیجیئے گا ، جب تک جان میں جان ہے ہم زراعت کو عبادت سمجھ کر کرتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حیات بعد موت کی تشبیہ بنجر زمین سے دی ہے ، اور ہمارا جزو ایمان ہے کہ مرنے کے بعد ایک زندگی ہے اور بنجر زمین سے اللہ تعالیٰ نے تشبیہ دی ہے ، ہم اس کام کو عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اگر ہمیں کچھ بھی بچت نہ ہوگی تب بھی ہم یہ کام کرتے رہیں گے - یہ طعن و تشنیع کے نشتر برداشت کرتے رہیں گے - ہماری ضروریات ہمارے inputs جو ہیں ، ہماری جو ضروریات ہیں جن سے ہم نے کام کرنا ہے وہ آپ ہمیں بین الاقوامی نرخ پر دینگے تو ظاہر ہے ہماری پیداوار کی قیمت بھی بین الاقوامی دیجیئے گا - ہم جو چیزیں استعمال کرتے ہیں ان کی قیمت تو بین الاقوامی شرح پر لی جاتی ہے - تیل کی قیمت اگر کہیں ایران میں بڑھے تو وہیں سے اس کی قیمت بجلی کا سوئچ دبانے کی طرح یہاں بڑھ جاتی ہے مگر گندم کی قیمت کو حکومت ریگولیٹ کرتی ہے کہ نہیں اس کو ہم بڑھنے نہیں دینگے - بین الاقوامی مارکیٹ میں کپاس کی قیمت بڑھ جاتی ہے لیکن یہاں ہم سے کس بھاؤ لی جاتی ہے ، کتنا ظلم ہے کتنا ستم ہے - اگر ہمیں inputs بین الاقوامی نرخوں پر دیتے ہیں تو پھر بین الاقوامی نرخوں پر ہماری آؤٹ پٹس بھی لیجیئے اور اگر معاشرتی طور پر آپ کو گندم سستی کرنی ہے تو ضرور کیجیئے لیکن گندم کے لئے جو ضروریات ہیں مثلاً کھاد ہے ، تیل ہے ، ٹریکٹر ہے ، وہ ہمیں سبسڈائزڈ ریٹ پر دیجیئے گا پھر بے شک گندم کی قیمت کو اور بھی کم کیجیئے اور بھی کم کیجیئے اور بھی کم کیجیئے لائٹ ڈیزل آئل 1951ء میں 14 پیسے -----

میڈم ڈپٹی چیئرمین: وقت کا ذرا لالیکا صاحب خیال کیجیئے -

جناب عالم علی لالیکا : میں حقائق پر آؤنگا - 1951ء میں 14 پیسے فی لٹر تھا 1991ء میں 4٫20 روپے فی لٹر ہوا - لائٹ ڈیزل آئل جو ہمارے انجنوں میں بھی استعمال ہوتا

ہے ٹیوب ویلوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور سب سے سستا تیل وہی ہے - 1951ء میں 14 پیسے فی لٹر تھا 1991ء میں 4ء20 روپے فی لٹر ہوا یعنی 2900 فیصد اضافہ ہوا جبکہ 1951 ء سے 1991ء کے درمیان اشیاء کی قیمتیں صرف 10 فیصد بڑھیں مگر تیل کی قیمت میں 10 گنا اضافع ہوا - 1950ء میں ایک من باسمتی چاول کے عوض 209 لٹر لائٹ ڈیزل آئل خریدا جا سکتا تھا اب 1991ء میں 209 کی بجائے ایک من باسمتی کی قیمت سے صرف 66 لٹر لائٹ ڈیزل خریدا جا سکتا ہے - 1950ء میں ایک من گندم کے عوض 72 لٹر لائٹ ڈیزل خریدا جا سکتا تھا - اب 1991ء میں صرف 27 لٹر خریدا جا سکتا ہے - ایک من گنے کے عوض 13 لٹر ڈیزل خریدا جاتا تھا جبکہ اب 1991ء میں ایک من گنے کے عوض 3 لٹر ڈیزل آتا ہے - 1987 میں ملت ٹریکٹر کی قیمت ---

میڈم ڈپٹی چیئرمین : لالیکا صاحب ذرا مختصر کر دیں -

جناب عالم علی لالیکا: محترمہ بالکل مختصر کروں گا - 1987ء میں فیئٹ ٹریکٹر کی قیمت 118400روپے تھی یعنی 10042 من گنا ، 572 من کپاس ، 1167 من باسمتی ، 1480 من گندم - اب 1991ء میں اسی فیئٹ کی قیمت 271900 روپے ہے یعنی 10042 من گنے کی بجائے 19774 من گنا ہمیں دینا پڑتا ہے تب وہی ٹریکٹر آتا ہے ، چار سال میں یہ فرق پڑا ہے - وہی ٹریکٹر 1987ء میں 572 من کپاس کے عوض ملتا تھا اس کے عوض ہمیں اب 1208 من کپاس دینی پڑتی ہے - وہی ٹریکٹر جو ہمیں 1167 من باسمتی کے عوض ملتا تھا ہمیں اب اس کے عوض 1894 من باسمتی دینی پڑتی ہے - وہی ٹریکٹر جو 87 ء میں 1480 من گندم کے عوض ملتا تھا اب اس کے لئے ہمیں 2427 من گندم دینا پڑتی ہے - اب بجلی کے فلیٹ ریٹ کو لے لیجئے گا 1985ء میں 60 روپے فی ہارس پاور تھا ---

میڈم ڈپٹی چیئرمین: سب سے زیادہ وقت لالیکا صاحب ، آپ نے لیا ہے ------

جناب عالم علی لالیکا: محترمہ اگر تو میں بے ربط ہوں تو میں معذرت چاہونگا اور اگر گرانی ہی کے سلسلے میں ، میں کچھ عرض کر رہا ہوں اس کا کچھ تعلق آج کی قرارداد سے بھی ہے اور کچھ میرے جذبات سے بھی ہے تو پھر عرض کرنے دیجئے - بجلی کے فلیٹ ریٹ 1985ء میں 60 روپے فی ہارس پاور تھے - 1991ء میں 147 روپے فی ہارس پاور ہوئے ، 145 فیصد اضافہ ہوا - 20 ہارس پاور کے ٹیوب ویل کے بل ادا کرنے کے

لئے 1985ء میں 17 من گندم درکار تھی 1991ء میں 26 من گندم درکار ہے - 20 ہارس پاور کے ٹیوب ویل کے لئے 1985ء میں 13 من چاول چاہئیں تھے اب 1991ء میں 20 من چاول چاہئیں - 6 من کپاس سے اس کا بل ادا ہو جاتا تھا اب 13 من کپاس سے بجلی کی قیمت دینی پڑتی ہے - 30 ہارس پاور کے ٹیوب ویل کا خرچہ 124 من گنا دینے سے ادا ہو جاتا تھا اب 213 من گنا دینا پڑتا ہے -

محترمہ اسی طرح کیڑے مار ادویات کی صورت حال ہے - 4 بلین روپے کی کیڑے مار ادویات منگوائی جاتی ہیں - میں نے پہلے عرض کیا کہ ہمارے ملک میں منصوبہ بندی کا فقدان ہے - وہی کیڑے مار ادویات اگر جنرک ناموں سے منگوا لی جائیں تو اخراجات نصف ہو سکتے ہیں وہ آدھے نرخوں میں پڑتی ہیں - خدا معلوم جنرک ناموں سے کیوں نہیں منگوائی جاتیں - 2 بلین روپے ہم اس سے بچا سکتے ہیں- محترمہ گندم کی درآمد 200 روپے فی من کے حساب سے کی جاتی ہے - 50 لاکھ ٹن پر حکومت کو بچت ساڑھے بارہ سو کروڑ روپے ہو سکتی ہے -اگر یہ گندم باہر سے درآمد نہ کرنی پڑے - باسمتی چاول تین سو ڈالر فی ٹن خریدا جاتا ہے - یعنی نو سو روپیہ فی من یہ ایک اور تین کی نسبت ہے - 5 لاکھ ٹن پر حکومت کو 690 کروڑ روپے کی بچت ہوتی ہے - کپاس کی پیداوار 95 لاکھ گانٹھ ہے 70 سنٹ فی پاؤنڈ اس کا انٹرنیشنل ریٹ ہے - 1320 روپے فی من پڑتی ہے - سرکاری قیمت 581 روپے فی من ہے - 50 لاکھ گانٹھ پر حکومت کو 702 کروڑ روپے کی بچت ہوتی ہے - یہ کیا ہے کیا یہ زراعت پیشہ لوگوں پر ٹیکس نہیں ہے - کیا اور بھی کچھ ہمیں مارنے کی خواہش ہے -

ع رنج برد فاختہ بیضہ خورد باز

انڈے دے فاختہ کوے بچے کھائیں - محترمہ میں تو صرف یہی عرض کرونگا کہ ہم زراعت پیشہ لوگوں کا جو ماٹو ہے جو ہمارا منشور ہے وہ صرف دو اشعار میں عرض کروں گا کہ

سرمہ مفت نظر ہوں ، میری یہ قیمت ہے
رہے چشم خریدار پر احسان میرا

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب لالیکا صاحب ، جناب سرتاج عزیز صاحب ، وفاقی وزیر خزانہ -

جناب سرتاج عزیز: بسم اللہ الرحمان الرحیم - محترمہ چیئرمین صاحبہ ! میں پروفیسر خورشید احمد اور دیگر سینیٹرز حضرات کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس اہم موضوع پراتنی سیر حاصل بحث کی - قیمتوں کا مسئلہ ، ہر ملک میں ، ہر دور میں ، ہر سال ، ہر مہینے ، بلکہ ہر ہفتہ کسی نہ کسی صورت میں اپنا سر اٹھاتا ہے اور پریشانی کا باعث بنتا ہے - کیونکہ یہ مسئلہ ایسا ہے جس کا کہ تمام عوام سے تعلق ہے ، ہم نمائندوں سے بھی تعلق رکھتا ہے ، حکومت سے تعلق رکھتا ہے - اس لئے کہ اس پر جب بھی بحث کی جائے ، جتنی بھی کی جائے ، وہ کم ہے - اس لئے یہ جو موقع میسر آیا ہے ، جس میں مختلف آراء اور تجاویز سامنے آئی ہیں اور جو حقائق بیان کئے ہیں ، ان سب کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں -

جب بہرہ ور سعید صاحب اپنی تقریر کر رہے تھے تو مجھے 1947ء کا ایک واقعہ یاد آیا جب میں لاهور پہنچا تو چند دوست پہلے ہی دن ہوسٹل میں زمیندار اخبار میں حاجی لقلق کی ایک نظم بڑے شوق سے پڑھ رہے تھے اور اس نظم کا عنوان تھا ، "آٹا چاہیئے " اس کا شعر تھا کہ

ورطۂ حیرت میں ہوں ہلکان ، آٹا چاہیئے
اس گرانی کی بہتات سے نجات چاہیئے

1947ء سے ہی یہ موضوع کسی نہ کسی صورت میں سامنے آتا رہتا ہے - جیسے کہ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے کہا ہے اور دیگر دوستوں نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ گرانی کے اسباب بڑے پیچیدہ ہیں جناب والا! اس کا تعلق طویل المیعاد محرکات سے بھی ہوتا ہے اور قلیل المیعاد محرکات سے بھی - میں سمجھتا ہوں کہ جب تک کسی معاشرے کا معاشی نظام یا قیمتوں کا سٹرکچر صحیح نہ ہو ، اس وقت تک قیمتوں کا مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہوسکتا- اس کا زیادہ تر انحصار افراط زر یا deficit financing پر ہوتا ہے ، جس معاشرے میں خسارے کا عمل بہت عرصہ تک جاری رہے اور اس کی وجہ سے معاشرے میں افراط زر پیدا ہو جاتا ہے جس سے قیمتوں کا مسئلہ وقتاً فوقتاً پیدا ہوتا رہتا ہے - اور افراط زر کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی کیا ہے اوراس کا خرچ کیا ہے اگر اس میں تفاوت زیادہ ہوگا اور اگر وہ صحیح طریقے سے دور نہیں ہو سکتا تو پھر کسی نہ کسی طریقے سے افراط زر بڑھتا رہے گا اور وہ قیمتوں کی زیادتی کی شکل میں سامنے آتا رہے گا -

بد قسمتی سے 1970ء کی دھائی کے اوائل میں ایک بنیادی تبدیلی ہمارے نظام میں آئی اور جب حکومت کا دائرہ کار بہت زیادہ وسیع ہو گیا اور اس کی آمدنی اس نسبت سے نہیں بڑھی - یہ عمل سولہ سترہ سال جاری رہنے کے بعد اب بہت شدت اختیار کر گیا ہے - جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ اس زمانے میں جو حکومت نے وسیع پیمانے پر نیشنلائزیشن کی ، بنکوں ، کارخانوں اور کمپنیوں کو نیشنلائز کیا تو اس کی وجہ سے ان کارخانوں کا منافع جو عام طور پر پندرہ یا بیس فیصد منافع کماتے تھے آہستہ آہستہ منافع کم ہوتا گیا اور نقصان بڑھتا گیا کیونکہ جب بھی حکومت ایسے کام کرتی ہے جو اسے نہیں کرنے چاہیئں ، تو ایسے ہی ہوتا ہے جہاں ایک کارخانے میں سو ملازم ہوتے ہیں وہاں تین سو ہو جاتے ہیں - جو قیمتیں ہوتی ہیں وہ آپ بڑھا نہیں سکیں گے ، ٹیکنالوجی اور صلاحیت کار کو آپ بہتر نہیں کر سکیں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ پندرہ فیصد منافع کی بجائے جب ایک یونٹ چار پانچ یا ایک فیصد منافع کمائے گا اور قیمتیں 8 یا 10 فیصد بڑھیں گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا ریٹرن منفی 7 فیصدی ہوگیا - پہلے سال اگر آپ کا دو ہزار کروڑ کا سرمایہ ہے اور اس میں سات فیصد کا خسارہ آتا ہے تو بجٹ کو 140 کروڑ روپے کا نقصان ہے - اگر اگلے سال وہ بڑھ کر شاید 200 کروڑ ہو جائے - اس سے اگلے سال شاید وہ 300 کروڑ ہو جائے - آہستہ آہستہ جب سرمایہ کاری بھی بڑھتی رہی اور چار ہزار ، پانچ ہزار ، چھ ہزار کروڑ کا سرمایہ اس طرح سے ایک لحاظ سے بند ہوگیا اور اس پر ہر سال اتنا نقصان ہوتا رہا تو پھر وہ کہاں سے پورا ہوگا - کچھ یہ بجٹ پر پڑا اور کچھ بنکوں کے جو خسارے تھے ، ان میں جمع ہوتا گیا - میرا تو یہ خیال ہے کہ چھ سات سال بعد 1979ء یا 1980 میں یہ بجٹ ناقابل برداشت ہو جاتا اور حکومت کو بنیادی تبدیلیاں کرنا پڑتیں لیکن خوش قسمتی یا بد قسمتی دیکھیئے کہ ان سالوں میں ہمارے لوگ باہر گئے اور انہوں نے وہاں سے روپیہ بھیجنا شروع کر دیا - پہلے یہ ایک بلین ڈالر تھے - پھر یہ دو بلین ڈالر ہوئے ، پھر تین بلین ڈالر ہوئے ، اس پر ہم نے محصول وصول کیا ، برآمدات زیادہ کیں تو وہ جو ہماری پبلک سیکٹر کی inefficiency تھی ، وہ cover up ہوگئی - کسی کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ یہ ایک نالی ہے جس سے سرمایہ بہتا جا رہا ہے اور نقصان بڑھتا جا رہا ہے - یہ عمل 82-1981 تک چلتا رہا - 82-1981 میں جب remittances کم ہوگئی اور آمدن نہیں بڑھ رہی تھی تو بڑے پیمانے پر حکومت نے قرض لینا شروع کر دیا -خاص ڈیپازٹ ، نیشنل سیونگ سرٹیفکیٹ ، مختلف ذرائع سے روپیہ حاصل کیا - جب خسارہ بڑھتا ہے اور ٹیکس سیاسی وجوہات کی بنا پر لگا نہیں سکتے تو کہا جاتا ہے کہ چلو ، سو دو سو کروڑ روپے قرضہ لے لیتے ہیں - اس طرح 1979ء اور 1980ء میں ہم نے صرف ڈیڑھ سو کروڑ کے قرضے لئے تھے - یہ قرضے بنکوں سے لئے گئے - ایک تو ہوتا ہے کہ سٹیٹ بنک سے قرضہ لیا جائے دوسرا ہوتا ہے کہ عام بنکوں سے مارکیٹ سے

قرضے لئے جائیں - نام تو ان کا سیونگ سکیم ہوتا ہے لیکن ہوتا یہ قرضہ ہی ہے - آپ نے خاص ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ سکیم جاری کی اور اس میں پندرہ فیصد منافع دینا شروع کر دیا - اس سے آپ کو ایک قسم کا چند سالوں کے لئے سرمایہ مل گیا - 1982ء میں وہ ڈیڑھ سو سے بڑھ کر 1200 کروڑ روپیہ ہوگیا - 1986ء میں 2600 کروڑ روپیہ ہوگیا اور پچھلے سال خدا کے فضل سے 4002 کروڑ روپیہ ہوگیا - اب مجموعی طورپر جیسے پروفیسر خورشید صاحب نے کہا کہ یہ قرضے باہم مل کر 420 یا 425 بلین روپے کے قریب ہو چکے ہیں اور اس کا سالانہ جو سود ہے ، شرح ہے ، منافع ہے ، ریٹرن ہے ، جو بھی ہم اس کا نام رکھیں ، وہ اب اس سال 33 بلین تھا ، اگلے سال 47 بلین ہے - ہمارے پورے بجٹ کا ایک تہائی ، 35 فیصد جو ہے ، وہ صرف اس میں جائے گا - باہر کے قرضے قریباً اتنے ہی ہیں لیکن ان کی شرح کم ہے ، تو ہمیں اس کے 35 بلین دینا پڑیں گے -

یہ ہے وہ خسارے کا بوجھ وقتاً فوقتاً ہم پر بڑھتا رہا اور اب یہ حالت ہو چکی ہے کہ اب ہم جو قرضے لے رہے ہیں وہ صرف پرانے قرضے ختم کرنے کے لئے لے رہے ہیں- پانی یہاں گردن تک پہنچ گیا ہے اور اب اس سے مزید آگے نہیں جایا جا سکتا - اب سوال یہ ہے کہ سب سے بڑا مقصد ہماری حکومت کے سامنے یہ ہے کہ ان قرضوں کا بوجھ کم کیا جائے اور آئندہ کے لئے زیادہ قرضے نہ لئے جائیں - اس مقصد کے لئے ضروری بات یہ ہے کہ اخراجات کم کئے جائیں جیسے سب دوستوں نے کہا ،austerity کی جائے اور مزید قرضے نہ لئے جائیں - اب یہاں سے ہمارے مختلف مقاصد میں تضاد شروع ہو جاتا ہے - باہر تیل کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو اس کے بعد آپ کے دو راستے ہوتے ہیں ، کہ قیمت وہی رکھیں اور subsidy دیتے جائیں - اس subsidy سے خسارہ اور بڑھے گا ، اور وہ عمل جو میں کہہ رہا تھا وہ اور گہرا ہوتا چلا جائے گا - اس صورت میں آپ وہ کریں یا نہ کریں جب وقتی پریشر آئے گا تو آپ کہیں گے کہ چلو ، تھوڑا سا کر دیتے ہیں - subsidy دینا تو غلط ہے - کچھ دوستوں نے کہا ہے کہ قیمتوں میں سو فیصدی یا ساٹھ فیصدی اضافہ ہوا یہ تو خیر غلط ہے البتہ 41 فیصد اضافہ ہوا تھا اور یہ تاثر اب دینا کہ قیمتیں واپس جا چکی ہیں ، یہ صحیح نہیں ہے - جولائی میں قیمت پندرہ ڈالر فی بیرل تھی ، اس وقت یہ بیس ہے یعنی 33 فیصدی اس سے زیادہ ہے اور جو پراڈکٹس ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں یہ تو crude oil کی قیمتیں ہیں -products کی قیمتیں اس لیول پر نہیں گئیں بلکہ ستمبر اور مارچ کے دوران ان کی قیمتیں 41 فیصد کے حساب سے نہیں بڑھی تھیں ان کی قیمتیں 100 - 120 - 130 کے حساب سے بڑھی تھیں کیونکہ سارا ڈیزل آئیل گلف وار میں ٹینکوں میں استعمال ہو رہا تھا اور کیروسین بھی کوئی 200 فیصدی بڑھا تھا ، وہ جو خسارہ ہمیں اس وقت

ہوا کل آٹھ سو کروڑ کا ، وہ ابھی تک ان قیمتوں کو کم کرنے کے بعد بھی پورا نہیں ہوا - جب یہ گیارہ فیصد کم ہوا اور 30 فیصد رہ گیا ورنہ بات یہ ہے کہ فرق اب بھی 33 فیصد کا ہے - بنگلہ دیش نے سری لنکا نے ، انڈیا نے ، کسی نے بھی قیمت کم نہیں کی ، ہم نے صرف گیارہ فیصد کم کی ہے -

جناب والا! فیول اور فرنس آئل کی جو قیمتیں بڑھیں تو اس سے بجلی کی پیداواری قیمت بھی اس لحاظ سے بڑھی کیونکہ اس وقت ہماری آدھی بجلی تھرمل سے بنتی ہے ، باہر سے ہم اس کے لئے تیل منگواتے ہیں اور آدھی ہائیڈل سے پیدا ہوتی ہے - اگر وہ قیمت آپ pass on کریں بجلی کی قیمت میں 10 یا 12 فیصدی بڑھا کر -یا اس کی subsidy دیں ، تو وہی سوال سامنے آتا ہے کہ آیا آپ خسارہ برداشت کرکے ، اور deficit financing کر کے اور قرضے لینا چاہتے ہیں یا وہ قیمت pass on کرنا چاہتے ہیں یہی بات بجلی کی ہے ، یہی ریلوے کرایوں کی ہے ، جب ان کا خرچہ بڑھے گا تو اس کے بارے میں آپ کیا کریں گے ، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ شارٹ ٹرم پر مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں دوڑ دھوپ نہ کرنی پڑے اور اس کے لئے تھوڑی سی subsidy آپ دے دیں اور وہ deficit بڑھے اور آپ یہ اگلے سال ، اگلے سال ، اگلے سال ، تک بڑھاتے جائیں - اس طرح سے اگلی نسلوں پر قرضوں کا بوجھ بڑھتا چلا جائے گا -

جناب والا! اب میں ایک اور تضاد کی طرف آتا ہوں - لالیکا صاحب نے بڑے مدلل طریقے سے بتایا ہے کہ باہر تیل کی قیمت بڑھتی ہے، ڈیزل کی قیمت بڑھتی ہے ، کھاد کی قیمت بڑھتی ہے تو آپ کاشت کار بھی زیادہ قیمت دیں - اس سال ہم نے گندم کی قیمت جو پچھلے سال 96 روپے فی چالیس کلو گرام تھی ، پہلے 108 اور اب 112 کر دی گئی ہے - یہ قیمت پندرہ فیصدی بڑھا دی گئی ہے - اب آپ اس پندرہ فیصدی کا کیا کریں - یہ قیمت کا سوال اپریل میں اٹھنا تھا اس کے مطابق آپ adjust کرتے یا subsidy دیتے - آپ subsidy اتنی نہیں دے سکتے کہ جس قیمت پر آپ خریدیں اس سے کم پر بیچیں کیونکہ وہ نظام نہیں چل سکتا - جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے سال جو قیمت ہم دے رہے تھے 2،40 روپے پر خرید رہے تھے جو پرانی قیمت تھی اور ہم 2،60 روپے پر بیچ رہے تھے - حالانکہ 2،40 کی بجائے ہمارا خرچہ تین روپیہ ہوتا تھا - چالیس پیسے ہم سبسڈی دے رہے تھے - اب پھر وہی مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کو تو اچھی قیمت دو لیکن آگے صارفین جو ہیں وہ زیادہ نہ دیں تو کاشتکار وہ چیز کیسے اگائے گا - اس

نیشنلائیزیشن میں آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ جب گھی کی صنعت 1972ء میں نیشنلائز ہوئی دس سال تک گھی کی قیمت نہیں بڑھی - 10،50 روپے رہی - اسکے بعد 13،00 ہوئی اور اب پانچ سالوں میں 18 روپے ہوئی - ہندوستان میں اس دوران میں 42 روپے تک پہنچی - اب جب آپ یہ قیمت دیں گے تو کونسا کاشتکار آپکو سویابین اور مونگ پھلی پیدا کر کے دے گا اس لئے کہ حکومت کی انڈسٹری ہے اور قیمت نہیں بڑھ سکتی - آج کل 5 سو ملین ...... ڈالر کا ایڈیبل آئل ہم امپورٹ کر رہے ہیں - تیل کے بعد سب سے بڑی امپورٹ ہماری ایڈیبل آئل کی ہے - ہم کاشتکار کو قیمت زیادہ دینا نہیں چاہتے اسلئے کاشتکار زیادہ پیدا نہیں کرے گا - ہم اس پر سبسڈی دے رہے ہیں ، تو ٹھیک ہے تھوڑی سی اور دے دیں گے - خسارہ بڑھتا رہے گا لیکن کاشتکار وہ زیادہ پیدا نہیں کرے گا - یہاں یہ بھی ایک تضاد ہے - ہمیں چاہیئے کہ کاشتکار کو اچھے پیسے دیں تاکہ وہ اپنا خرچ پورا کر سکے اور پیداوار بڑھا سکے اس کے بعد غور کریں کہ وہ قیمت صارفین برداشت کرسکتے ہیں یا نہیں -

دوسری بات آپ دیکھیں جو long term کا مسئلہ ہے اور اس میں inputs پر subsidy دی جاتی ہے مثلاً آپ کہتے ہیں کہ باہر کی چیزیں امپورٹ نہ کریں - ہمیں آپ حفاظت کرنے دیں اگر آلو کی قیمت بڑھتی ہے اور باہر سے نہ منگوانے دیں تو قیمت اور بڑھ جائے گی - سیب کو ہم نے آنے دیا لیکن سو فیصدی ڈیوٹی لگا دی - اس میں بھی تضاد ہے جو یہاں کا grower ہے وہ کہتا ہے کہ امپورٹ نہ ہو جو کھانے والا ہے وہ کہتا ہے کہ امپورٹ نہیں ہو گی تو قیمت مہنگی ہو جائے گی - ان تمام پالیسیوں میں ایک توازن کی ضرورت ہے -

ہمارا long term کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا خسارہ کم ہو ، ہم قرضوں کا بوجھ کم کریں اور جیسے کہا جاتا ہے کہ deficit financing سب سے خراب ٹیکس ہے اور باقی ٹیکس وہ ادا کرتا ہے جو کچھ نہ کماتا ہے جو ہے یا بالواسطہ ٹیکس جو ہے وہ مالدار پر پڑتا ہے - انفلیشن کا بوجھ ہر ایک پر پڑتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت غیر منصفانہ ہے اسلئے میں اس کی تفصیل بجٹ کے موقع پر بتاؤں گا - یہ ہماری پالیسی کا سب سے اہم ستون ہے کہ ہم خسارے کی پالیسی کو کم کریں ، قرضے کم لیں تاکہ قیمتوں میں اضافے کا رجحان کم ہو

اب میں آتا ہوں short term مقصد کی طرف ، جیسے کہا گیا کہ short term management میں یہ تو ہوئی demand management کہ آپ demand side کو

اس طرح کنٹرول کریں کہ چیزیں کم ہونگی تو قیمتیں بڑھ جائیں گی - دوسری سائیڈ ہے supply management اور short term میں وہ important ہوتی ہے کہ کسی چیز کی قیمت shortage کی وجہ سے نہ بڑھے - اس سلسلے میں جو تاثر دیا گیا ہے کہ ہمیں قیمتوں کی پرواہ نہیں ہے اور ہم بالکل اس طرف توجہ نہیں دیتے لیکن عوام پریشان ہیں - اس سلسلے میں ، میں یہ وضاحت کروں کہ ہماری کابینہ کے بعد سب سے اہم جو اقتصادی ادارہ ہے وہ کابینہ کی اقتصادی کمیٹی ہے جو ہر منگل کو بلاناغہ دو چار گھنٹے کے لئے اجلاس کرتی ہے اور ہمارا پہلا آئٹم قیمتوں کا ہوتا ہے اور یہ 20 صفحے کی رپورٹ ہر میٹنگ میں سب سے پہلے سامنے آتی ہے - یہ میرے پاس 17 مئی کی رپورٹ ہے اس میں اس ہفتے میں جو قیمتوں میں تبدیلی ہوئی وہ اور پچھلے سال کے مقابلے میں اس تاریخ کو جو قیمتیں تھیں ان کا چارٹ ہے 12 جگہوں میں ، گوجرانوالہ ، حیدرآباد ، اسلام آباد ، کراچی ، لاہور ، فیصل آباد ، ملتان ، پشاور ، کوئٹہ ، راولپنڈی ، سیالکوٹ اور سکھر اس میں 45 چیزوں کی قیمتیں دی ہوئی ہیں اور ہر چیز کا کمپیوٹر چارٹ بنا ہوا ہے اور اگر کسی میں ذرا بھی تفاوت ہے تو وہ فوراً سامنے نظر آتا ہے - اور کبھی آدھا گھنٹہ اور کبھی ڈیڑھ گھنٹہ اس چیز پر بحث ہوتی ہے ، اس چیز کی قیمت آگے بڑھ رہی ہے اس کا کیا کیا جائے - جب نومبر میں پتہ چلا کہ لہسن کی قیمتیں بڑھ رہیں ہیں تو ڈیوٹی کم کرکے باہر سے منگوانے کا انتظام کیا گیا - ابھی پچھلے ہفتے آلو کی قیمت بڑھتی نظر آئی تو سرچارج اور ڈیوٹی کم کر دی گئی - چینی کے مسئلے پر صنعتکار ہم سے ناراض ہے کہ آپ باہر سے چینی منگوا رہے ہیں اور یہاں آپ چینی کی قیمتیں بڑھنے دیتے - ہم نے کہا کہ قیمتوں کا مسئلہ زیادہ ضروری ہے - ہم نے ڈیوٹی نہیں بڑھنے نہیں دی کیونکہ ڈیڑھ مہینہ بعد رمضان شریف آ رہا تھا - اگر اس چارٹ کو دیکھیں تو یہ واحد آئٹم ہے جو پچھلے سال کے مقابلے میں اس وقت (چینی کی قیمت) ایک فی صدی کم ہے - پچھلے سال قریباً 11ء20 روپے تھی اس وقت گیارہ روپے ہے - جو حوالے دیئے گئے ہیں کہ بعض چیزیں 50 سے 60 فیصدی بڑھی ہیں وہ صحیح ہیں - اس چارٹ میں جو پچھلے سال کا تقابل کیا گیا ہے اس کے مطابق چھ چیزیں جو ہیں وہ minus میں ہیں 12 چیزیں دو ، تین یا چار فیصد plus میں ہیں - اور دس آئٹم ہیں جو کہ تیس چالیس فیصد سے زیادہ ہیں - آپ کسی گروپ کو دیکھ لیں اور فیصد نکال لیں - مجموعی طور پر یہ فیصد دو index میں استعمال ہوتا ہے ایک کو sensitive price index کہتے ہیں جو ان 46 آئٹم کا اوسط ہے - اور ایک whole sale price index ہے -جب اگست میں ہماری حکومت آئی تو اس سے پہلے چار مہینے میں اس وقت single digit میں قیمتیں چار پانچ یا چھ فیصدی بڑھی ہیں وہ آپ نے کامیابی کرلی لیکن آٹھ نو پر ذرا تشویش شروع ہوتی ہے اور گیارہ ، بارہ اور چودہ پر ہمیں رات کو نیند نہیں آتی کہ اب قیمتیں کس طرف جا رہی ہیں - اس کا مطلب ہے کہ سال

میں اگر بارہ فیصدی بڑھا تو مہینہ میں ایک فیصدی بڑھا - لیکن ہمارے آنے سے چار مہینے پہلے اپریل میں sensitive price index جو ان 46 آئٹمز کا تھا وہ 1٫87 مئی میں بڑھا (اپریل اور مئی کے درمیان) 2٫56 مئی اور جون کے درمیان بڑھا 2٫80 جون اور مئی کے درمیان بڑھا ، اوراگست میں 2٫61 بڑھا - یہ چار مہینے میں مجموعی طور پر total increase تھی جو کوئی دس گیارہ فیصدی تھی - اور یہ کافی high rate of inflation ہے ستمبر میں پہلی دفعہ 39ء(-)اسکے بعد 78ء(-) اور صرف نومبر کے مہینے میں جب تیل کی قیمتیں بڑھیں تو 2٫2 Index بڑھا اسکے بعد 39٫ اور پھر 0.86 (-)، 28٫ اور رمضان کے مہینے میں مارچ میں 0٫69 (-) تو یہ چھ مہینے آپ دیکھ لیں سات مہینے اگر دیکھ لیں ستمبر کے بعد سے ، اور پچھلے کے دیکھ لیں تو وہ چار مہینے کے مقابلے میں ان آٹھ مہینوں میں آدھا انڈکس بڑھا یہ وہ سپلائی management تھی - جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے - اپریل کا مہینہ جو ابھی گزرا ہے اس میں 10٫9 اضافہ مٹی کے تیل ، بجلی ، گیس اور ریل کے کرایوں کی وجہ سے ہوا اور اب آگے گندم کی آخری قیمت بڑھی - یہ جو بارہ یا چودہ قیمتوں میں اضافے کا رحجان ہے ہمارے لئے تشویشناک ہے - یہ بھی متعلقہ ہے میں پچھلے مہینے ترکی میں تھا وہاں پر قیمتوں میں اضافے کی شرح ساٹھ فیصدی تھی - اور وہاں جو اقتصادی امور کا وزیر تھا اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اگر میں یہ 30 پر نہ لایا تو استعفیٰ دے دوں گا - وہ 30 پر نہیں آیا 50 پر تھا لیکن صدر نے خلیج کی وجہ قرار دیکر اکا استعفیٰ منظور نہیں کیا - لیکن جب میں نے ان کوبتایا کہ ہماری شرح اضافہ نو دس سے پندرہ ہوگئی ہے اور ہمیں پریشانی ہے تو وہ کہنے لگے you are very lucky یہ تو کچھ بھی افراط زر نہیں ہے - ان کے ہاں تو وہ بہت زیادہ تھی - جب exchange rate کا ذکر ہوا تو کہنے لگے کہ آپ کے ہاں کیا ہوا۔میں نے کہا جی 21سے 22 یا 23 ہوگیا - کہنے لگے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے - میں نے انہیں یاد دلایا کہ جب میں پہلی دفعہ ترکی آیا تھا 1965 میں تو بارہ لیرے کاایک ڈالر تھا اور ان دنوں پانچ روپے کا ایک ڈالر تھا اوراس کے بعد اس کا ریٹ 28 ہوا اور پھر 70 ہوا اب جب میں نے بتایا کہ ان 25 سالوں میں 5 سے 22 پر پہنچے ہیں تو وہ 12 سے 3900 پر پہنچے ہیں - یعنی اتنے کا ایک ڈالر ہے - کہنے لگے کہ یہ تو کوئی inflation ہے ہی نہیں - یہ ایک relative مسئلہ ہے کیونکہ ہمارا جو سسٹم ہے relatively conservative ہے اور اس میں single digit inflation جو ہے وہ اور ضروری ہے کیونکہ ہماری جو دولت کی تقسیم ہے وہ ایسی نہیں ہے - جو آمدنی ہماری بڑھتی ہے وہ غریبوں تک آسانی سے نہیں پہنچتی- وہ امیروں تک زیادہ رہتی ہے - اور اگر آپ کی inflation چھ سال سے زیادہ ہو خاص طور پر sensitive price indicator میں ہو تو اس کا عوام پر بوجھ پڑتا ہے - اس کے لئے جو مؤثر مضبوط انتظام ہے ، ابھی وقت نہیں ہے

کہ ایک ایک پوائنٹ پر بات کر سکوں ۔ مجھے امید ہے کہ اگر موقع ملا تو ایک ایک ممبر صاحب کو اس کے بارے میں بتاؤں گا کہ بالکل انہی خطوط پر ہم اس طریقے سے اس سے نمٹ رہے ہیں ۔ مختلف قسم کے یوٹیلیٹی سٹورز یا اور نظام کے ذریعے سے قیمتوں کو کم کرنا ۔ اس کے بعد جو مختلف قسم کی productivity بڑھانے کے مسائل ہیں یا روزگار بڑھانے کے ہیں تاکہ consumer کو relief package ملے ہر ایک پر زوروں سے کام ہو رہا ہے انشاء للہ اس کی مکمل تفصیل بجٹ کے ساتھ پیش ہو گی اس لئے میں اس وقت تفصیل سے بات نہیں کر سکتا ۔

میں آخر میں صرف یہ کہوں گا کہ قیمتوں میں استحکام ہماری پالیسی کا بہت ہی بنیادی مقصد ہے ۔ پتہ نہیں حافظ صاحب کا حافظہ اس وقت ان کا ساتھ نہیں دے رہا ، یہ میں نے کبھی نہیں کہا کہ ساٹھ فیصد قیمتیں نہ دنیا میں کبھی کم ہوئی ہیں اور نہ کبھی ہو سکتی ہیں اور نہ یہ بیان میں نے کبھی دیا ہے ۔ صرف یہ دعویٰ کیا کہ قیمتوں میں استحکام پیدا کریں گے ۔ اس کا بھی مقصد ہے ۔ اگر inflation rate بڑھنے کا ریٹ تین چار پانچ فیصدی ہو تو یہ stability ہے ۔ قیمتیں آج تک نہ دنیا میں کبھی کسی ملک میں کم ہوئی ہیں اور نہ یہاں ہو سکتی ہیں ۔ جیسے کہا گیا contain کرنا restrain کرنا جو ہے وہ سب سے ضروری ہے اور وہ ہمارا بنیادی مقصد ہے اور اس کے لئے بعض مسائل بہت ہی بنیادی پیچیدہ اور دیرینہ ہیں ۔ وہ ایک سال یا چھ مہینے میں حل نہیں ہوسکتے ۔ آپ دیکھیں گے کہ اس سال پہلی دفعہ انشاء اللہ قرض لینے کی شرح پچھلے سالوں سے کم ہوگی تاکہ جو بوجھ بڑھ رہا ہے اور جو خسارے کا ایک منبع ہے وہ کم ہو جائے ۔ ساتھ ہی **privatization** کی جو پالیسی ہے ۔ اس میں ہمارے کارخانوں کے جو نقصان ہو رہے ہیں وہ کم از کم ہوں ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت آٹھ کارخانے ایسے ہیں جو پانچ چھ سال سے بند ہیں اور ہم ان لوگوں کی تنخواہیں دے رہے ہیں ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے اور جو مجموعی طور پر یہ چل رہے ہیں ان میں ہمیں صرف ایک فیصدی منافع آ رہا ہے ۔ حالانکہ دس پندرہ آنا چاہیئے ۔ اتنا بڑا سرمایہ ہمارا locked up ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ جب یہ disinvest ہوں گے تو یہ کارخانے چلیں گے اور لوگوں کو روزگار بھی ملے گا ۔ یہ نہیں ہے کہ بیروزگاری ہوگی ۔ لیکن ہر سال ہمار ے بجٹ میں جو نقصان بڑھ رہا ہے یہ تو ہم اسے برداشت ہی نہیں کر سکتے ۔ اس **privatization** کے عمل سے نہ صرف یہ نقصان کم ہو گا بلکہ دوسری طرف صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری کی رفتار تیز ہو گی ۔ یہی طریقہ ہے productivity بڑھانے کا ۔ زراعت میں بھی اور انشاء اللہ صنعت میں بھی ۔ یہ جو لمبے عرصے کے ہمارے منصوبے ہیں ۔ ان کے لئے ان وجوہات پر قابو پایا جائے گا ۔ اور جو

چھوٹے عرصہ کی میں نے آپ کو کارکردگی بتائی - اس پر انشاء للہ مزید مؤثر کام ہوگا - لیکن جہاں ایسے مسئلے آتے ہیں ، جہاں ہمیں ایسے policy decision کرنا پڑتے ہیں کہ آیا قیمت ویسی رکھیں یا خسارہ بڑھائیں - تو اس کے لئے ہمیں short term مقصد کو قربان کرکے جو long term مقصد ہے اسے سامنے رکھنا پڑتا ہے وہ بھی ایک خاص عرصہ کے لئے۔ یہ نہیں ہے کہ ہم آنکھیں بند کرکے اس طرف جائیں گے اور اس کا بھی آپ کو یقین ہونا چاہیئے کہ ہم فیصلہ کرتے وقت آنکھیں بند کر کے یا غافلانہ طریقے سے اور بے حس ہو کر فیصلہ نہیں کرتے ہیں -

اس وقت بھی ہمارے سامنے مسئلہ ہے کہ دنیا میں پام آئل کی قیمت بڑھ گئی ہے - ہم 18 کا بیچتے رہے ہیں اور اب لاگت 20 آ رہی ہے - کیا کریں - نہیں جی قیمتیں اور نہیں بڑھا سکتے - دو روپے کا نقصان برداشت کرو - ہم نے تو برداشت کر لیا - وہ پرائیویٹ گھی مل والا کہاں سے برداشت کرے گا - وہ روز ہمارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں 20 کا پڑ رہا ہے اور آپ 18 کا بیچ رہے ہیں ، ہم کہاں سے 2 روپے کا نقصان برداشت کریں - لیکن پھر بھی ہم نے گھی کی قیمت نہیں بڑھائی - سیمنٹ کی قیمت بھی اسی طرح ہم نے نہیں بڑھائی - سٹیل کی قیمت نہیں بڑھائی لیکن وہ سبسیڈی آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے اسے ہم کہاں تک برداشت کر سکتے ہیں ، کہاں تک خسارہ برداشت کرسکتے ہیں پھر وہی مسئلہ سامنے آتا ہے کہ خسارہ پورا نہیں کریں گے تو deficit financing ہوگی کیونکہ ٹیکس کا آپ کو پتہ ہے لگائیں گے تو وہ بھی مصیبت -

یہ چند ایک معروضات ہیں جو میں اس وقت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں - اس وضاحت کے ساتھ کہ انشاء اللہ جو ایسی بنیادی وجوہات ہیں ان کے حل میں وقت لگے گا اور انشاء اللہ جو مقاصد ہیں جو ممبران نے بیان کئے ہیں ان سے ہمیں پوری طرح اتفاق ہے - امید ہے کہ ان کے مشورے سے متعلقہ کمیٹیوں میں اور اس ایوان میں ، پروفیسر خورشید صاحب ہماری بجٹ کمیٹی کے ممبر ہیں جیسا کہ کسی صاحب نے کہا کہ آپ مشورہ کیوں نہیں دیتے اور یہ جو اعدادوشمار انہوں نے بیان کئے ، پرسوں ہم نے خود ان کی خدمت میں وہاں پر پیش کئے - اور بھی ممبران تھے ، قادر صاحب بھی ہماری بجٹ کمیٹی کے ممبر ہیں - امید ہے جو سٹینڈنگ کمیٹی یہاں کی متعلقہ ہوگی اس میں بھی بات کرنے کا موقع ملے گا اور لالیکا صاحب ایگریکلچر کمیٹی کے ممبر ہیں امید ہے کہ وہاں پر تمام پالیسیاں ان کے مشورے سے بنیں گی اور جب ہم اگلے سال اس موضوع پر بات کریں گے تو ہم یہ یقین سے کہہ سکیں گے کہ بہت خاطرخواہ طریقے سے بہتری ہوئی ہے

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب سرتاج عزیز صاحب - جناب حافظ حسین احمد صاحب آن اے پوائنٹ آف آرڈر -

حافظ حسین احمد : جناب وہ روغن بادام کی بھی میرے خیال میں لسٹ پڑھ گئے - وزیر خزانہ صاحب اتنی خشکی نہ کریں - اس وقت آپ چیئر پر ہیں - انہیں کیا حق پہنچتا ہے - میرا استحقاق مجروح ہوا کہ وہ منہ پھیر کر کہیں کہ آپ خاموش رہیں - میرا ایک حق بنتا ہے - یہ میرا پریولیج ہے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: حافظ صاحب آپ تشریف رکھئے -

حافظ حسین احمد: نہیں جی آپ میرا پوائنٹ آف آرڈر سن لیں - میں نے کہا کہ وہ جو ہمارے تین چار کارخانے بند ہیں ان کے متعلق اگر وہ ہمیں یقین دہانی کرائیں جس طرح انہوں نے فرمایا کہ ہم پرائیویٹ سیکٹر میں دے رہے ہیں - وہ کب تک دیں گے -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: یہ تو آپ نے اپنی تقریر میں کہہ دیا - پوائنٹ آف آرڈر پر تو اتنی تفصیل سے آپ نہیں کہہ سکتے -

حافظ حسین احمد: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس بارے میں وہ ذرا ہمیں یقین دہانی کرا دیں -

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب -

The motions are talked off.

The House is adjourned to meet at 10:30 A.M. on Tuesday, May 21, 1991.

[The House then adjourned to meet again at ten past thirty of the clock in the morning on Tuesday, May 21, 1991]

PCPPI—4579(92)Senate—24-11-92—300.